قرآن اکیڈمی

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

آئینہ انجمن

صفر المظفر 1448ھ / اگست 2026ء

شمارہ نمبر: 89

021-34993436-7

www.QuranAcademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

آئینہ انجمن

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
01	فرمان باری تعالیٰ ﷻ و فرمان نبوی ﷺ	...	02
02	امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات	ڈاکٹر انوار علی ابرار	03
03	حمد باری تعالیٰ ﷻ و نعت رسول پاک ﷺ	ذوالفقار حسین اثر / عبدالعزیز شرقی	04
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	05
05	اقتباس نگران انجمن خدام القرآن	شجاع الدین شیخ	06
06	پیغام قرآن (ساتویں قسط)	حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	07
07	علم، مطالعہ اور فکری تعمیر	فاروق احمد	09
08	اسلام میں خوش فالی اور حسن ظن	امین اللہ معاویہ	13
09	خدمتِ دینِ اسلام میں خواتین کا کردار	حافظ محمد ارسلان خان	16
10	ولادتِ رسول ﷺ اور ہماری ذمہ داری	مفتی امان اللہ	19
11	روداد سمر تربیتی کیمپ (اسلام آباد)	حذیفہ جاوید	21
12	موجودہ عالمی زری نظام یا جدید معاشی غلامی	محمد اعظم	24
13	آزادیِ پاکستان اور ہمارا کردار	مفتی امان اللہ خان قائم خانی	29
14	سمر تربیہ کیمپ 2026ء روداد (کراچی)	سید محمد مصطفیٰ	32
15	انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	36
16	شعبہ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	41

فرمان الٰہی جل جلالہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [آلِ عمران: 08]

ترجمہ: (ایسے لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے، اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ بے شک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جو بے انتہا بخشش کی خوگر ہے۔

تشریح: یہ ان لوگوں کی دعا ہے جنہیں اللہ نے علم میں رسوخ عطا فرمایا ہے اور جن کی فکر میں پختگی پیدا فرمائی ہے۔ وہ چونکہ علم کی حدود سے آشنا ہیں اور ساتھ ہی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ جب خواہشاتِ نفس کا عقل پہ غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر عقل اللہ کی بہت بڑی نعمت ہونے کے باوجود خواہشات کی ایجنٹ بن جاتی ہے۔ نفس کی حکمرانی ہو جاتی ہے اور دل آہستہ آہستہ موت کا شکار ہونے لگتا ہے۔ یہی وہ کش مکش ہے جو انسانی قلب و دماغ میں کجی کا باعث بنتی ہے۔ جس آدمی نے اپنے دل میں ایمان و یقین کی شمع روشن کر لی اور پھر اس میں اللہ کی توفیق سے اسے بجھنے سے محفوظ رکھا تو کج فکری کے ہزار حملوں میں بھی محفوظ رہتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سلامتیِ فکر اور ایمان کی صحت کے لیے اپنے اللہ سے دعا مانگتا رہے۔ وہ بجائے خود پر اعتماد کرنے کے اللہ سے توفیق مانگے۔ اللہ کی عطا کردہ ہدایت کو حقیقی سرمایہ سمجھے اور اس کی حفاظت کے لیے اللہ سے اس طرح مدد کا طلبگار ہو جس طرح اس آیت کریمہ میں تعلیم دی گئی ہے۔ آدمی اپنی ذات کی مکمل نفی کر دے اور اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر نہایت عاجزی سے عرض کرے کہ یا اللہ! دل و دماغ تیرے قبضے میں ہیں، میں نہایت کمزور آدمی ہوں، میری کاوشیں کج فکری کے حملوں میں کہیں ناکام نہ ہو جائیں۔ الٰہی! اپنی طرف سے رحمت کی کمک بھیج تاکہ نہایت نازک مواقع میں بھی میرے قدم اکھڑنے نہ پائیں۔ (روح القرآن۔۔۔ ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی صاحب)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنِ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ» (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: (اللہ کے خاص قاصد) جبرائیل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔

تشریح: انسان کا اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے، اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین و سکون پر اور اخلاق کے بناؤ اور بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم و ہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام و رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا جزوِ ایمان اور داخلہ جنت کی شرط اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ اکرام و رعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مسلسل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو وارث بھی بنا دیا جائے گا، یعنی حکم آجائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ اس کی اولاد اور دوسرے اقارب اس کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح پڑوسی کا بھی اس میں حصہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد کا مقصد صرف یہ واقعہ بیان نہیں ہے، بلکہ پڑوسیوں کے حق کی اہمیت کے اظہار کے لیے یہ ایک نہایت مؤثر اور بلیغ ترین عنوان ہے۔ (معارف الحدیث)

امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات

ڈاکٹر انوار علی ابرار

تنظیم اسلامی پاکستان گزشتہ کئی سالوں سے منکرات و معروفات آگاہی مہمات کا انعقاد کرتی رہی ہے تاکہ نہی عن المنکر باللسان کی ذمہ داری کسی درجہ ادا ہو سکے۔ ان مہمات میں نہ صرف عوام الناس میں آگاہی کا ہدف سامنے رکھا جاتا ہے بلکہ حزب اقتدار طبقات تک بھی حسب استطاعت پیغام پہنچا کر یہ فریضہ ادا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اس سال اس مہم کا جو عنوان رکھا گیا ہے وہ ہے ''امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات''۔

امتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کی وہ امت ہے جسے 'خیرِ امت' قرار دیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔'' [آلِ عمران: 110]

اسلام نے مسلمانوں کو ایمان، علم، اخوت، عدل، تقویٰ اور حسنِ اخلاق جیسی اعلیٰ صفات عطا کیں، جن کی بدولت ابتدائی صدیوں میں مسلمانوں نے علم، تہذیب، عدل اور انسانیت کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تاہم آج امتِ مسلمہ مختلف سیاسی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی چیلنجز سے دوچار ہے۔ ان حالات کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح کی راہ اختیار کریں۔

آج دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان جنگ، غربت، ناانصافی، بے روزگاری، تعلیمی پسماندگی اور باہمی اختلافات جیسے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ بعض مسلم معاشروں میں فرقہ واریت، تعصب اور باہمی نفرت نے اتحاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم و تحقیق، سائنسی ترقی اور معاشی خود کفالت کے میدان میں بھی بہت سے مسلم ممالک مطلوبہ مقام حاصل نہیں کر سکے۔ اگر غور کریں تو امتِ مسلمہ کے زوال کے کئی اسباب سامنے آسکتے ہیں، جن میں اہم درج ذیل ہیں: قرآن و سنت کی تعلیمات پر کمزور عمل، فرقہ واریت اور باہمی اختلافات، علم اور تحقیق سے دوری، اخلاقی کمزوریاں اور بدعنوانی، عدل و انصاف کے اصولوں سے انحراف، اور محنت نظم و ضبط اور اجتماعی ذمہ داری میں کمی۔

اس زوال سے نکلنے کا راستہ دو بنیادوں پر نکلتا ہے قرآن کو تھامنا اور اتحادِ امت۔ اسلام نے مسلمانوں کو اتحاد کا حکم دیا ہے، لیکن عملی طور پر اختلافات نے امت کی اجتماعی قوت کو کمزور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''اور سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔'' [آلِ عمران: 103]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے'' (صحیح البخاری)۔ یہ حدیث اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ امت کی ترقی کا ایک بنیادی ذریعہ علم اور قرآن کی تعلیم ہے۔ اسی طرح ایک طرف امت کے ہر فرد کو زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو رہنما بنانا ہوگا، تو دوسری طرف اجتماعی سطح پر دینی اور عصری علوم دونوں میں مہارت حاصل کرتے ہوئے تحقیق، سائنس اور ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرنی ہوگی۔ یقیناً تعلیمی نظام کی بہتری اور اصلاح ہی پر امت کا مستقبل منحصر ہے۔

امتِ مسلمہ کا مستقبل مایوسی نہیں بلکہ امید، اصلاح اور مسلسل کوشش سے وابستہ ہے۔ جب مسلمان قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کریں، سنتِ نبوی ﷺ کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں، علم و تحقیق کو فروغ دیں، عدل و انصاف کو قائم کریں اور باہمی اتحاد کو مضبوط بنائیں تو وہ دنیا میں ایک مثبت، باوقار اور تعمیری کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذات کی اصلاح سے آغاز کرے اور معاشرے کی فلاح و بہبود میں اپنا حصہ ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔'' [الرعد: 11]

حمدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ

نظر کے تیر کا دل پر نشاں نہیں ہوتا
گماں تو ہوتا ہے لیکن عیاں نہیں ہوتا

مدد کے واسطے یارو خدا کو یاد کرو
خدا سے بڑھ کے کوئی مہرباں نہیں ہوتا

دیا ہے مجھ کو خدا نے وہاں سے اے لوگو!
جہاں سے ملنے کا کوئی گماں نہیں ہوتا

بنی ہے جن کے لیے اس جہاں میں دوزخ
انہیں کا خلد میں کوئی مکاں نہیں ہوتا

اگر وہ خلد ہمیں مفت میں ہی مل جاتی
تو زندگی میں کبھی امتحاں نہیں ہوتا

اکیلے آئے جہاں میں اکیلے جانا ہے
یہ وہ سفر ہے جہاں کارواں نہیں ہوتا

پھر ان کی بزم اثر سونی سونی رہ جاتی
جو اتفاق سے میں بھی وہاں نہیں ہوتا

(ذوالفقار حسین اثرؔ)

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنکھوں میں ترا عکسِ حسیں لے کے چلا ہوں
دل درد سے معمور و حزیں لے کے چلا ہوں

تشنہ تھے مرے قلب و نظر آنے سے پہلے
سیرابِ مئے ذوق یقیں لے کے چلا ہوں

دنیا بھی ترا صدقہ ہے دیں بھی تری نعمت
قدموں سے ترے دنیا و دیں لے کے چلا ہوں

خالی نہیں لوٹا ہوں مصلائے نبی سے
پیشانی میں، میں نور مبیں لے کے چلا ہوں

نقشِ قدم پاک پہ سجدوں کی بدولت
انوار سے معمور جبیں لے کے چلا ہوں

ہر چند گنہگار ہوں اے رحمت عالم!
پر تیری شفاعت کا یقیں لے کے چلا ہوں

(عبدالعزیز شرقیؔ)

ملفوظاتِ صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

گھر اور باہر کے رویوں میں تضاد

ہم نے زبان کے غلط استعمال کو ہنسی مذاق سمجھ رکھا ہے اور طعن و تشنیع کو اپنے معمولات میں شامل کر رکھا ہے۔ حالانکہ اس کی ہلاکت خیزیاں اتنی ہیں کہ یہ فعل انسانوں کے تعلقات بگاڑتا ہے اور یہ بگاڑ بسا اوقات قطع تعلقات اور مستقل نفرت و عداوت پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے اور یہ عداوت مستقل شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کتنے ہی خاندان ہیں جو زبان کے غلط استعمال سے تباہ ہو جاتے ہیں، کتنی ہی سہاگنوں کے سہاگ اجڑ جاتے ہیں اور وہ معلق ہو کر اپنی جوانی کو ماں کے گھٹنے سے لگ کر گزار دیتی ہیں، کتنے ہی مرد و عورتیں ہیں جو بے راہ روی اختیار کر لیتے ہیں، کتنے معصوم بچے ہیں جن کی اٹھان غلط رخ پر ہوتی ہے، وہ آوارہ ہو کر معاشرے کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں۔

ان تمام خرابیوں کا علاج سورۃ الاحزاب کی ان دو آیات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تجویز فرما دیا گیا: { يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ} ”اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور درست بات کہا کرو۔“ اس تقویٰ الٰہی اور قولِ سدید کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست اور اصلاح یافتہ کرے گا اور تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما دے گا: { يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ } جو شخص گھر کی زندگی میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اور زبان کے استعمال میں محتاط رہے گا، ظاہر ہے کہ زندگی کے دوسرے تمام معاملات میں اس کی شخصیت میں اس عمل کی برکات کا ظہور ہوگا۔ اس کی زندگی دورنگی نہیں ہوگی، جس کا عام طور پر مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک شخص باہر والوں کے لیے بڑا خوش مزاج، بااخلاق، حلیم و شفیق اور خلیق ہے، لیکن گھر والوں کے لیے فرعونِ بے سامان بنا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایسے دورخے، دوغلی اور دورنگی زندگی اختیار کرنے والے قطعی ناپسند ہیں۔

(اسلامی نظامِ حیات)

اقتباس نگرانِ انجمن خدّام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

مصائب میں صبر اور استقامت

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تمہیں مشکلات اور مصائب پریشان کریں تو رسول اللہ ﷺ کی مشکلات کو یاد کرو۔ آج ہماری کیا پریشانیاں ہیں: جدید ترین آئی فون نہیں ہے، بچے 20 ہزار روپے فیس والے سکول میں پڑھ رہے ہیں، 50 ہزار روپے فیس والے سکول میں نہیں پڑھ رہے، 50 لاکھ کا فلیٹ ہے، 10 کروڑ کا بنگلہ نہیں ہے، شادی پر 50 لاکھ ہی خرچ کر سکے، ایک کروڑ خرچ کرنے کی استطاعت نہیں تھی وغیرہ۔ ذرا رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی مشکلات بھی دیکھیے۔ کئی کئی ماہ چولہا نہیں جلتا تھا، جنگ خندق کے موقع پر پیٹ پر پتھر باندھ کر مشقت میں مصروف تھے، طائف کی گلیوں میں اور اُحد کے میدان میں آپ ﷺ کا خون بہا ہے۔ خانہ کعبہ کے پاس حالت سجدہ میں تھے کہ آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر ڈال دی گئی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رو رہا تھا، ہم کچھ کر نہیں سکتے تھے، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آکر آپ ﷺ کی پشت سے اوجھڑی کو ہٹایا۔

جامع ترمذی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے داڑھی کے بالوں میں سفیدی آگئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''حضور! آپ پر بڑھاپا آگیا!'' فرمایا: ''نہیں بلکہ سورۃ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے''۔ اگر دیکھا جائے تو سورۃ ھود اور اس جیسی سورتوں میں استقامت کے تقاضے ہی بیان ہوئے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں اس قدر استقامت کا مظاہرہ کیا۔ آپ ﷺ کے بعد یہ حکم مسلمانوں کے لیے ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت اور اس کے قیام کی جدوجہد میں استقامت کا مظاہرہ کریں۔ آج ہم غور کریں کہ دعوت دین اور اقامت دین کی جدوجہد کے لیے کتنا وقت نکال رہے ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے اہم دینی فریضہ کو کس حد تک ادا کر رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں اگر مخالفت اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے تو کتنی استقامت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر 17، خطاب جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، 24 اپریل 2026ء)

پیغام قرآن (ساتویں قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمہ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جو ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

سورۃ البقرۃ

پانچویں رکوع میں بنی اسرائیل سے اب براہِ راست خطاب شروع ہو رہا ہے۔ ایک رکوع میں جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا خلاصہ بیان کیا۔ اور اس کے بعد نو رکوعوں میں بنی اسرائیل کے لیے ملامت کا مضمون ہے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک رکوع میں ان کے لیے دعوت ہے اور نو رکوعوں میں ملامت۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نو رکوعوں میں ان پر اپنے احسانات بار بار گنوا رہا ہے اور ان احسانات کے بدلے میں بنی اسرائیل نے جس طرح سے ناشکری کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات سے پہلو تہی کی، اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات کا استہزا کیا، مذاق اڑایا، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا تذکرہ کر کے ان پر فردِ جرم عائد فرما رہا ہے۔

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ

اے اسرائیل کے بیٹو!

اسرائیل اصل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ عبرانی زبان میں 'اسر' قیدی کو کہتے ہیں اور 'ایل' اللہ کو کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اسرائیل کے معنیٰ اللہ کا قیدی، اللہ کا غلام یا اللہ کا بندہ کے ہیں۔ عربی زبان میں اسی مفہوم کے لیے 'عبداللہ' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جب کہ عبرانی میں اسے 'اسرائیل' کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے اور ان کے ان بارہ بیٹوں سے آگے جو نسل چلی، وہ تاریخ میں بنی اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔

اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ

یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر انعام کی اور جو تم نے مجھ سے عہد کیا ہے اس کو پورا کرو۔

عہد کیا ہے؟ اسی سورت کے رکوع 10 میں اللہ تبارک و تعالیٰ اس عہد کی تفصیلات بیان فرمائیں گے۔

اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ‌ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝

اور جو میں نے تم سے عہد کیا ہے میں اس کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا ہے یعنی ایمان لاؤ قرآن پر، وہ قرآن، وہ کلام جو کہ تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو تمہارے ساتھ پہلے سے موجود ہیں، اور اول اول اس قرآن مجید کا کفر مت کرو، اس کے انکاری مت بنو۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا٘

اور میری آیات کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا نہ کرو۔

ایسا نہ ہو کہ اپنی مذہبی چودھراہٹ اور اپنے مذہبی مقام کو بچانے کے لیے کہ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں، ہم سے مسئلہ پوچھتے ہیں، ہمیں نذرانے پیش کرتے ہیں، ان مفادات کی وجہ سے تم اللہ کے رسول پر ایمان لانے سے محروم ہو جاؤ۔ تو گویا تم نے حق کا سودا کر لیا تھوڑے سے مفادات اور تھوڑی سی قیمت کے عوض۔

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور مجھ ہی سے ڈرو، میری ہی نافرمانی سے بچو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور دیکھو حق اور باطل کو آپس میں نہ ملاؤ، یعنی حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ، اور نہ ہی حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

نماز قائم کرو اور زکوۃ دو، اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ، یعنی باجماعت نماز کا اہتمام کرو۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور جب کہ تم کتاب کے پڑھنے پڑھانے والے ہو، تو تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟

دوسروں کے لیے بڑی نصیحتیں ہیں، دوسروں کے لیے بڑا وعظ ہے اور اپنے آپ کو الاؤنس دیتے ہو، اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ

اور مدد مانگو صبر سے اور نماز سے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد ان کے شاملِ حال ہوگی جو کہ ڈٹ جانے والے ہوں شریعت پر عمل کے حوالے سے، شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کے حوالے سے۔ جو ڈٹ جاتے ہیں اللہ ان کے ساتھ ہے۔ اور اللہ سے مدد مانگو نماز کے ذریعے سے، اللہ سے لو لگاؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے نماز کے ذریعے سے دعائیں کرو۔

وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾

اور بے شک یہ دونوں معاملات یعنی استقامت، صبر اور نماز یہ بہت بھاری ہیں، مگر ان لوگوں پر جو خشوع و خضوع اختیار کرنے والے ہوں، جو عاجزی اختیار کرنے والے ہوں۔

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ جو خیال رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں، انہوں نے اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے۔ اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یہ تھا ایک رکوع کہ جس میں بنی اسرائیل کے لیے ہدایت اور دعوت کا پہلو تھا۔ اب اس کے بعد وہ بیان شروع ہو رہا ہے کہ جس میں بنی اسرائیل پر اللہ کی طرف سے انعامات اور پھر بنی اسرائیل کی ناشکری کا بیان آئے گا۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

علم، مطالعہ اور فکری تعمیر

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

انسان کی شخصیت صرف اس کے لباس، گفتگو، یا ظاہری سرگرمیوں سے نہیں بنتی، بلکہ اس کے باطن میں قائم ہونے والی فکری دنیا سے بنتی ہے۔ جو کچھ انسان پڑھتا ہے، جس طرح سوچتا ہے، جن سوالات کے ساتھ جیتا ہے، اور جن اصولوں کو اپنے ذہن میں جگہ دیتا ہے، انہی سے اس کے مزاج، فیصلے، ترجیحات، اور مستقبل کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسی لیے نوجوانی کے زمانے میں علم اور مطالعہ کی اہمیت غیر معمولی ہوتی ہے۔ یہ عمر صرف امتحان پاس کرنے یا سند حاصل کرنے کی عمر نہیں، بلکہ اپنی فکر کو تشکیل دینے، اپنے ذہن کو ترتیب دینے اور اپنی شخصیت کو سنوارنے کا مرحلہ ہے۔ اگر اس مرحلے میں علم کے ساتھ صحیح تعلق قائم ہو جائے تو انسان کی پوری زندگی میں سنجیدگی، توازن اور بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہی زمانہ سطحی معلومات، منتشر دلچسپیوں، اور غیر منظم ذہنی زندگی میں گزر جائے تو بعد کی عمر میں بھی انسان اکثر ایک اندرونی خلا اور فکری بے ترتیبی کا شکار رہتا ہے۔

اسلام نے انسان کی فکری تعمیر کا آغاز ہی علم سے کیا۔ وحی کی پہلی آواز ''پڑھو'' کے حکم کے ساتھ آئی۔ یہ محض ایک تعلیمی ہدایت نہ تھی، بلکہ انسان کی روحانی اور عقلی بیداری کا اعلان تھا۔ اس میں یہ پیغام تھا کہ انسان جہالت، غفلت، اور محض روایت پرستی سے نکل کر شعور، معرفت، اور غور و فکر کی طرف آئے۔ مگر اسلام نے علم کو خدا سے آزاد نہیں کیا، بلکہ اسے ''اپنے رب کے نام سے'' باندھ دیا۔ اس طرح یہ واضح کر دیا گیا کہ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو اپنے خالق سے جوڑے، کائنات کو معنی دے، اور زندگی کو مقصد عطا کرے۔ ایسا علم مطلوب نہیں جو انسان کو متکبر، خود پرست، یا اخلاق سے بے نیاز بنا دے۔ مطلوب وہ علم ہے جو دل میں خشیت پیدا کرے، عقل میں ترتیب پیدا کرے، اور عمل میں سنجیدگی پیدا کرے۔

آج کے دور میں نوجوان کے سامنے ایک عجیب تضاد ہے۔ ایک طرف معلومات کے ذرائع پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہیں اور دوسری طرف فہم اور بصیرت میں کمی پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں ہے۔ موبائل فون، انٹرنیٹ، مختصر ویڈیوز، اقتباسات، تبصرے، اور لمحاتی رجحانات نے علم کی جگہ نہیں لی، بلکہ اکثر علم کا وہم پیدا کیا ہے۔ نوجوان بہت کچھ جانتا ہوا محسوس کرتا ہے، مگر اس کی معلومات میں گہرائی کم ہوتی ہے۔ وہ کئی موضوعات پر رائے رکھتا ہے، مگر ان کے پس منظر، اصول، دلائل اور تاریخی تناظر سے واقف نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ جلدی متاثر ہوتا ہے، جلدی رد کرتا ہے، جلدی فیصلہ سناتا ہے اور جلدی الجھ جاتا ہے۔ اس کے پاس معلومات کے ٹکڑے ہوتے ہیں، مگر فکری عمارت نہیں ہوتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مطالعہ کی حقیقی ضرورت سامنے آتی ہے، کیونکہ مطالعہ انسان کو محض معلومات نہیں دیتا، بلکہ سوچنے کا سلیقہ، سمجھنے کی قوت اور باتوں کو جوڑنے کی صلاحیت دیتا ہے۔

قرآن مجید یہ سوال اٹھاتا ہے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ اس سوال میں علم کی قدر بھی ہے اور جاہلانہ زندگی پر تنبیہ بھی۔

علم انسان کو دوسروں سے صرف اس لیے ممتاز نہیں کرتا کہ وہ زیادہ معلومات رکھتا ہے، بلکہ اس لیے ممتاز کرتا ہے کہ وہ حقیقت کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے، حق و باطل میں فرق کر سکتا ہے اور اپنے فیصلوں کو زیادہ ذمہ داری کے ساتھ کر سکتا ہے۔ علم انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ جذبات کے شور میں بھی اصول کی آواز سن سکے، معاشرتی دباؤ کے باوجود سچ کے ساتھ کھڑا ہو سکے اور وقتی فائدے کے بجائے دیرپا خیر کو پہچان سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں علم کو محض دنیاوی ترقی کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا، بلکہ ہدایت، بلندی اور وقار کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔

نوجوانی میں علم کی اہمیت اس لیے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہی وہ عمر ہے جس میں انسان کے ذہن پر سب سے زیادہ نقش پڑتے ہیں۔ جو کتابیں اس زمانے میں پڑھی جاتی ہیں، جو تصورات اس دور میں دل و دماغ میں اترتے ہیں، جن لوگوں کی صحبت اس مرحلے میں اختیار کی جاتی ہے اور جس قسم کی گفتگو اس وقت انسان کا ماحول بنتی ہے، وہ سب بعد کی شخصیت پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ اگر اس عمر میں نوجوان نے ہلکے پن، غیر سنجیدگی، اور محض تفریحی ذہن کو اپنی عادت بنا لیا تو بعد میں اسے سنجیدگی کی طرف آنا مشکل محسوس ہوتا ہے۔ مگر اگر اسی عمر میں اس کے اندر سوال کرنے، سمجھنے، پڑھنے اور سیکھنے کا ذوق پیدا ہو جائے تو یہ ذوق اس کی پوری زندگی کو ایک باوقار سمت دے سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے علم کے حصول کو ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس ہدایت میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ علم کسی خاص طبقے کا استحقاق نہیں، بلکہ ہر انسان کی ضرورت ہے۔ نوجوان مرد ہو یا عورت، دیہات میں ہو یا شہر میں، دینی میدان میں ہو یا عصری تعلیم میں، ہر ایک کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی، دین، اخلاق اور زمانے کو سمجھنے کے لیے علم حاصل کرے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علم کو اضافی شوق یا وقتی دلچسپی کے درجے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ زندگی کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ اگر ایک نوجوان نماز کے مسائل، حلال و حرام کی تمیز، اخلاقی حدود اور زندگی کے بڑے اصولوں سے ناواقف ہے تو وہ محض اس وجہ سے معذور نہیں ہو جاتا کہ اس نے دنیاوی تعلیم حاصل کر لی ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنے زمانے کے مسائل، معاشرتی تبدیلیوں اور فکری حملوں سے بے خبر ہے تو وہ صرف جذبات کی مدد سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ علم دونوں سطحوں پر لازم ہے: دین کے لیے بھی اور دنیا میں صحیح کردار کے لیے بھی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ علم کی تلاش صرف ذمہ داری نہیں بلکہ شرف بھی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص علم کی راہ پر چلتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اس میں نوجوان کے لیے بہت بڑا حوصلہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مطالعہ، غور و فکر اور سیکھنے کی مشقت محض دنیاوی کامیابی کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے نزدیک ایک بلند عمل بھی ہے۔ جب کوئی نوجوان کتاب کھولتا ہے، استاد سے سیکھتا ہے، کسی مسئلے کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتا ہے، یا اپنی جہالت کو کم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے، تو وہ صرف ایک ذہنی عمل نہیں کر رہا ہوتا، بلکہ عبادت کے ایک دروازے میں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ اس شعور کے بغیر پڑھائی اکثر بوجھ بن جاتی ہے، مگر اس شعور کے ساتھ وہ بوجھ بھی معنی خیز جدوجہد میں بدل جاتی ہے۔

فکری تعمیر کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ نوجوان تعلیم اور علم کے فرق کو سمجھے۔ تعلیم ایک نظام کے تحت دی جانے والی چیز ہے، جب کہ علم ایک زندہ تعلق ہے جو انسان کے ذہن، ضمیر اور زندگی کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ تعلیم انسان کو سند دے سکتی ہے، مگر علم اسے بصیرت دیتا ہے۔ تعلیم سے ملازمت کے دروازے کھل سکتے ہیں، مگر علم سے زندگی کے دروازے کھلتے ہیں۔ تعلیم انسان کو یہ سکھا سکتی ہے کہ کیا کرنا ہے، مگر علم یہ بتاتا ہے کہ کیوں کرنا ہے، کیسے کرنا ہے اور کس حد تک کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بڑی تعلیم یافتہ شخصیت بھی فکری طور پر کمزور ہوتی ہے اور بعض اوقات محدود رسمی تعلیم رکھنے والا شخص گہری بصیرت کا حامل ہوتا ہے۔ مثالی صورت یہ ہے کہ تعلیم اور علم دونوں جمع ہوں، یعنی سند بھی ہو اور شعور بھی، مہارت بھی ہو اور اخلاق بھی، پیشہ بھی ہو اور مقصد بھی۔

آج کے پاکستانی نوجوان کے لیے ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کا مطالعہ اکثر امتحان تک محدود رہتا ہے۔ وہ کتاب کو نمبر لینے کے لیے پڑھتا

ہے، سمجھنے کے لیے نہیں۔ وہ یاد کرتا ہے، مگر سوچتا نہیں۔ وہ لکھتا ہے، مگر سوال نہیں اٹھاتا۔ اس کے ذہن میں یہ تصور کمزور ہوتا جا رہا ہے کہ علم ایک عمر بھر کا سفر ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امتحان ختم ہوتے ہی پڑھنے کا تعلق بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقی مطالعہ تو دراصل وہ ہے جو انسان کو نصاب سے آگے لے جائے۔ جو اس کے سامنے نئے سوالات کھولے۔ جو اسے اپنی تہذیب، دین، زبان، تاریخ اور زمانے کے مسائل کو سمجھنے کی قوت دے۔ نصابی تعلیم ضروری ہے، مگر اس کے ساتھ آزاد اور سنجیدہ مطالعہ نہ ہو تو شخصیت میں وہ گہرائی پیدا نہیں ہوتی جو ایک باشعور نوجوان کے لیے ضروری ہے۔

مطالعہ کی ایک اور اہم برکت یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے ہی ذہن کے انتشار سے بچاتا ہے۔ موجودہ ڈیجیٹل ماحول میں نوجوان کی توجہ ٹکڑوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ چند سیکنڈ کی ویڈیوز، مسلسل نوٹیفیکیشنز، فوری تبصرے اور ہر وقت بدلتے رجحانات اس کے ذہن کو کسی ایک موضوع پر ٹھہرنے نہیں دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مطالعہ سے اکتا جاتا ہے، لمبی گفتگو سے تھک جاتا ہے اور مشکل سوالات سے بچنے لگتا ہے۔ مگر علم کی دنیا میں یہ انداز نقصان دہ ہے۔ وہاں آہستگی چاہیے، توجہ چاہیے، صبر چاہیے اور بار بار پلٹ کر دیکھنے کی عادت چاہیے۔ مطالعہ دراصل ذہن کو تربیت دیتا ہے کہ وہ ٹھہر کر سوچے، گہرائی میں جائے اور کسی موضوع کو اس کی پیچیدگی کے ساتھ سمجھے۔ یہی صلاحیت بعد میں زندگی کے ہر میدان میں مدد دیتی ہے۔

اسلامی روایت میں یہ اصول بھی ملتا ہے کہ اگر کسی بات کو نہ جانا جائے تو اہلِ علم سے پوچھا جائے۔ یہ اصول نوجوان کے لیے فکری دیانت کا سبق ہے۔ ہر سوال کا فوری جواب دینا ضروری نہیں۔ ہر موضوع پر رائے رکھنا بھی ضروری نہیں۔ بعض اوقات خاموشی، توقف، یا رجوع الی اہل العلم، خود علم کی علامت ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں نوجوانوں کی ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ ادھوری معلومات کے ساتھ قطعی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ چند اقتباسات، دو تین کلپس، یا ایک سطحی مضمون پڑھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ مسئلہ پوری طرح سمجھ میں آ گیا ہے۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف علمی کمزوری کو بڑھاتا ہے، بلکہ تکبر، جلد بازی، اور فکری سطحیت کو بھی جنم دیتا ہے۔ اس کے برعکس ایک سنجیدہ طالبِ علم جانتا ہے کہ ہر چیز کو سمجھنے کے درجے ہوتے ہیں، ہر فن کے ماہر ہوتے ہیں، اور ہر سوال کا جواب سادہ نہیں ہوتا۔

فکری تعمیر میں کتابوں کا انتخاب بھی بہت اہم ہے۔ نوجوان اگر صرف وہی چیزیں پڑھتا رہے جو اسے فوری لطف دیں، تو اس کی ذہنی دنیا محدود رہ جائے گی۔ اسے ایسی کتابیں بھی پڑھنی ہوں گی جو اسے چیلنج کریں، جو اس کے ذہن کو وسعت دیں اور جو اسے اپنی کم علمی کا احساس دلائیں۔ قرآن کا ترجمہ اور آسان تفسیر، سیرتِ نبوی، منتخب احادیث، اسلامی اخلاق، تاریخ، اردو ادب، سوانح اور اپنے پسندیدہ شعبے سے متعلق معیاری کتابیں ایک نوجوان کے مطالعہ کا حصہ ہونی چاہئیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ایک ساتھ بہت کچھ پڑھے، مگر ضروری یہ ہے کہ جو پڑھے، سنجیدگی سے پڑھے۔ بے ترتیبی سے دس کتابیں شروع کر کے چھوڑ دینا اس سے کم مفید ہے کہ ایک اچھی کتاب کو توجہ کے ساتھ مکمل کیا جائے۔

مطالعہ کے ساتھ نوٹس بنانا، خلاصہ لکھنا، اہم سوالات محفوظ کرنا اور کبھی کبھی کسی قابلِ اعتماد شخص سے گفتگو کرنا بھی علمی تربیت کا حصہ ہے۔ جب نوجوان پڑھی ہوئی چیز کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے لگتا ہے تو دراصل وہ اسے سمجھنا شروع کرتا ہے۔ محض پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ علم کو ذہن میں منظم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی سے فکری اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے تحریر میں پختگی آتی ہے۔ اسی سے گفتگو میں وزن آتا ہے۔ اور اسی سے یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ انسان دوسروں کے خیالات سے مرعوب ہوئے بغیر اپنے اصولی موقف تک پہنچ سکے۔

قرآن میں اہلِ علم کے درجات بلند کیے جانے کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم صرف فائدہ مند چیز نہیں بلکہ عزت و رفعت کا ذریعہ بھی ہے۔ مگر یہ رفعت صرف اس علم کو حاصل ہوتی ہے جو ایمان اور عمل کے ساتھ جڑا ہو۔ ایسا علم جو اخلاق سے خالی ہو، وہ اکثر انسان کو گھمنڈ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایسا علم جو عمل سے کٹا ہو، وہ زبان میں تو ہوتا ہے مگر شخصیت میں نہیں اترتا۔ اس لیے نوجوان کو علم کے

ساتھ ساتھ تواضع، اخلاق اور عمل کی تربیت بھی اختیار کرنی چاہیے۔ جتنا انسان سیکھتا ہے، اتنا ہی اسے اپنی کم علمی کا احساس بھی بڑھنا چاہیے۔ یہی احساس علم کو برکت دیتا ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ علم انسان کو محض دوسروں پر تنقید کرنے کے لیے نہیں ملتا، بلکہ پہلے خود کو سنوارنے کے لیے ملتا ہے۔ جو نوجوان مطالعہ تو بہت کرتا ہے مگر اپنے اندر نرمی، دیانت، تحمل اور تہذیب پیدا نہیں کرتا، اس کے علم میں کہیں نہ کہیں توازن کی کمی رہ جاتی ہے۔ حقیقی فکری تعمیر وہ ہے جو انسان کو زیادہ باشعور کے ساتھ زیادہ بااخلاق بھی بنائے۔ وہ صرف ذہن کو نہیں، بلکہ زبان کو بھی سنوارتی ہے، رویے کو بھی بہتر کرتی ہے اور انسان کے اندر یہ ظرف پیدا کرتی ہے کہ وہ اختلاف میں بھی انصاف سے کام لے۔

آج کے نوجوان کے لیے سب سے ضروری قدم شاید یہ ہے کہ وہ اپنے دن میں علم کے لیے باقاعدہ جگہ بنائے۔ اگر وہ روزانہ کچھ وقت مطالعہ کے لیے مخصوص کرے، موبائل اور غیر ضروری مشاغل سے کچھ فاصلہ قائم کرے اور اپنے ذہن کو سنجیدہ فکر کے لیے تربیت دینا شروع کرے، تو آہستہ آہستہ اس کی زندگی میں واضح تبدیلی آ سکتی ہے۔ ابتدا مختصر وقت سے بھی ہو سکتی ہے، مگر تسلسل لازم ہے۔ جو نوجوان روزانہ تھوڑا پڑھتا ہے، آہستہ آہستہ وہ اس نوجوان سے کہیں آگے نکل جاتا ہے جو کبھی کبھار جوش میں بہت کچھ پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے مگر نظم قائم نہیں کر پاتا۔

آخر کار علم، مطالعہ اور فکری تعمیر کا مقصد یہ نہیں کہ نوجوان صرف زیادہ جاننے لگے، بلکہ یہ ہے کہ وہ بہتر انسان بنے۔ اس کا ذہن صاف ہو، اس کی ترجیحات درست ہوں، اس کے فیصلے متوازن ہوں، اس کے اندر حق کی پہچان ہو، اور اس کی شخصیت میں سنجیدگی ہو۔ ایسا نوجوان نہ ہر شور سے متاثر ہوتا ہے، نہ ہر رجحان کے پیچھے بھاگتا ہے، نہ ہر سطحی بات کو سچ مان لیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے، سمجھتا ہے، وزن کرتا ہے اور پھر فیصلہ کرتا ہے۔ یہی فکری پختگی ایک مضبوط کردار کی بنیاد بنتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں علم محض معلومات نہیں رہتا، بلکہ نور، بصیرت، اور تعمیرِ ذات کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

مادہ پرستی کے فتنے کا رد

(سورۃ الکہف کی روشنی میں)

برائے حضرات وخواتین

آغاز 01 اگست 2026ء

بروز ہفتہ

صرف ہفتہ کے دن

دورانیہ: 03 ماہ

تعارف

قرب قیامت کے کئی فتنوں میں اہم ترین فتنہ مادہ پرستی کا ہے۔ البتہ اس کے حوالے سے بھی افراط وتفریط پائی جاتی ہے لہذا معتدل رائے عوام الناس کے سامنے رکھنے کے لیے یہ کورس مرتب کیا گیا ہے۔

اوقاتِ تدریس

صبح 11:00 بجے تا دوپہر 01:00

خواتین کی شرکت کا باپردہ اہتمام ہے

بمقام قرآن اکیڈمی یٰسین آباد شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا کراچی۔ 0331-7292223

اسلام میں خوش فالی اور حسنِ ظن

توہمات سے امید و اعتماد تک

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، معاون شعبۂ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کے دل میں امید، اعتماد اور اللہ تعالیٰ پر حسنِ ظن پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر اس تصور کی نفی کی ہے جو انسان کو وہم، بدشگونی، مایوسی اور بے بنیاد اندیشوں میں مبتلا کرے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ پرندوں، مہینوں، دنوں اور مختلف اشیا سے بدشگونی لیتے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان تمام باطل تصورات کا خاتمہ فرما کر خوش فالی، نیک امید، توکل اور حسنِ ظن باللہ کی تعلیم دی۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے خیر کی امید وابستہ رکھتا ہے، مشکلات اور آزمائشوں میں بھی اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا، بلکہ ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت پر یقین رکھتے ہوئے دیکھتا ہے۔

بدشگونی کی نفی:

اسلام نے ہر قسم کی بدشگونی، توہم پرستی اور بے بنیاد خیالات کی نفی کی ہے، کیونکہ یہ عقائد انسان کے توکل کو کمزور کرتے ہیں اور اسے موہوم اور بے بنیاد اسباب پر اعتماد کرنے کی طرف مائل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ(صحيح البخاری، رقم الحديث: 5755)

''بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں، اور اس کا بہترین بدل نیک فال ہے۔''

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ وَمَا مِنَّا، وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ(سنن ترمذی، رقم الحديث: 1614)

''بدشگونی (کا عقیدہ رکھنا) شرک ہے۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے دل میں کبھی اس کا کوئی خیال نہ آئے، لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اس خیال کو دور فرما دیتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی چیز، دن، مہینے، جگہ یا علامت کو بذاتِ خود نفع یا نقصان کا مالک سمجھے، یا اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مستقل طور پر خیر یا شر کا سبب ہے، تو یہ توحید کے منافی ہے۔ البتہ اگر دل میں کوئی وہم پیدا ہو جائے اور انسان اس کی پروا نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھے، تو یہ ایمان کے منافی نہیں، بلکہ توکل اس وسوسے کو زائل کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو خوش فالی پسند تھی:

اسلام نے جہاں ہر قسم کی بدشگونی اور توہم پرستی کی نفی کی، وہیں خوش فالی، نیک امید اور اچھے شگون کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن النبي ﷺ، قَالَ: لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ، قَالَ، قِيلَ: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ(صحيح مسلم، رقم الحديث: 5801)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں، نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے، البتہ مجھے نیک فال پسند ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نیک فال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھی بات (پاکیزہ کلمہ)۔'' یعنی ایسی اچھی بات جو دعا، حوصلہ افزائی یا خیر کی امید دلانے والی ہو۔

نیک فال سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی اچھی بات یا خوش آئند لفظ کو سن کر اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید وابستہ کرے اور اس کے دل میں حوصلہ اور امید

پیدا ہو۔ یہ خوش فالی اسلام میں پسندیدہ ہے، کیونکہ اس میں کسی غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھا جاتا، بلکہ ہر خیر کی امید اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ کی جاتی ہے۔ اس طرح خوش فالی توکل، حسنِ ظن اور امید کا اظہار ہے، جب کہ بدشگونی وہم اور بے بنیاد خیالات پر مبنی ہوتی ہے، جس کی اسلام نے سختی سے نفی فرمائی ہے۔

حسنِ ظن باللہ:

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب کے بارے میں حسنِ ظن رکھے، اس کی رحمت، فضل اور نصرت سے اچھی امید وابستہ کرے اور کبھی مایوس نہ ہو۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: قَالَ اللَّهُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي(صحيح البخاری، رقم الحديث: 7505)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔"

اس ارشادِ ربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور مدد کا امیدوار رہتا ہے۔ بیماری، تنگ دستی، آزمائش اور دیگر مشکلات اسے مایوس نہیں کرتیں، بلکہ وہ صبر، دعا اور توکل کے ساتھ اپنے رب سے خیر کی امید رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ [الزمر: 53] ترجمہ: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو"۔

لہٰذا اسلام مومن کو وہم، بدشگونی اور مایوسی کے بجائے خوش فالی، حسنِ ظن، توکل اور امید کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ یہی صفات بندے کے ایمان کو مضبوط اور اس کے تعلق کو اپنے رب کے ساتھ مستحکم بناتی ہیں۔

خوش فالی اور مثبت سوچ:

اسلامی نقطۂ نظر سے مثبت سوچ (Positive Thinking) کا مطلب خیالی خوش فہمی یا بے بنیاد امیدیں باندھنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد، جائز اسباب اختیار کرنا، دعا اور محنت کے ساتھ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے۔ اسی لیے مسلمان کسی مہینے، دن، عدد، پرندے یا خواب کو اپنی کامیابی یا ناکامی کا حقیقی سبب نہیں سمجھتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان باطل تصورات کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

لَا عَدْوَى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ(صحیح مسلم، رقم الحديث: 5794)

"نہ (اپنے آپ) بیماری متعدی ہوتی ہے، نہ ہامہ (الو یا مقتول کی روح کے بارے میں جاہلی عقیدہ کوئی حقیقت رکھتا ہے)، نہ نوء (ستاروں کے طلوع و غروب کو بارش کا موثر سبب سمجھنا درست ہے)، اور نہ صفر (کے مہینے کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت ہے۔)"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسان کو ہر قسم کے توہمات، بدشگونیوں اور بے بنیاد عقائد سے آزاد کیا ہے۔ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان، خیر و شر اور زندگی کے تمام معاملات صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس لیے ماہِ صفر یا کسی بھی دن، تاریخ یا مہینے کو بذاتِ خود منحوس سمجھنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام انسان کو توہم پرستی کے بجائے توکل، حسنِ ظن اور مثبت طرزِ فکر اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتے ہوئے زندگی کے معاملات انجام دے۔

عصر حاضر میں ہماری ذمہ داری:

آج بھی ہمارے معاشرے میں بعض لوگ ماہِ صفر، مخصوص تاریخوں، بعض نمبروں یا بعض دنوں کو منحوس سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ تصورات اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں۔ ایک سچے مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان، عزت و ذلت اور خیر و شر سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس لیے وہ توہمات اور بدشگونی کے بجائے توکل، دعا، حسنِ ظن اور مثبت سوچ کو اختیار کرتا ہے۔

آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود بھی ہر قسم کے وہم، بدشگونی اور بے بنیاد عقائد سے بچیں، ہر اہم معاملے میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور استخارہ کریں، جائز اسباب اختیار کرتے ہوئے نتائج کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں، اور اپنے قول و عمل سے دوسروں کے دلوں میں بھی امید، اعتماد اور حسنِ ظن باللہ پیدا کریں۔ یہی وہ طرزِ فکر ہے جس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی اور جس پر چل کر ایک مومن ہر حال میں مطمئن اور پُرامید زندگی گزارتا ہے۔

اسلام کا پیغام خوف، مایوسی اور توہمات نہیں بلکہ امید، اعتماد اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بدشگونی کی نفی فرمائی اور خوش فالی، نیک امید اور حسنِ ظن باللہ کی تعلیم دی۔ اگر مسلمان ان تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنا لے تو وہ نہ صرف باطل عقائد سے محفوظ رہتا ہے بلکہ ہر آزمائش میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت کا امیدوار رہتا ہے۔ یہی قرآنی و نبوی تعلیمات انسان کو قلبی اطمینان، ذہنی سکون اور مثبت طرزِ فکر عطا کرتی ہیں اور ایک مضبوط، پُرامید اور متوازن شخصیت کی تشکیل کرتی ہیں۔

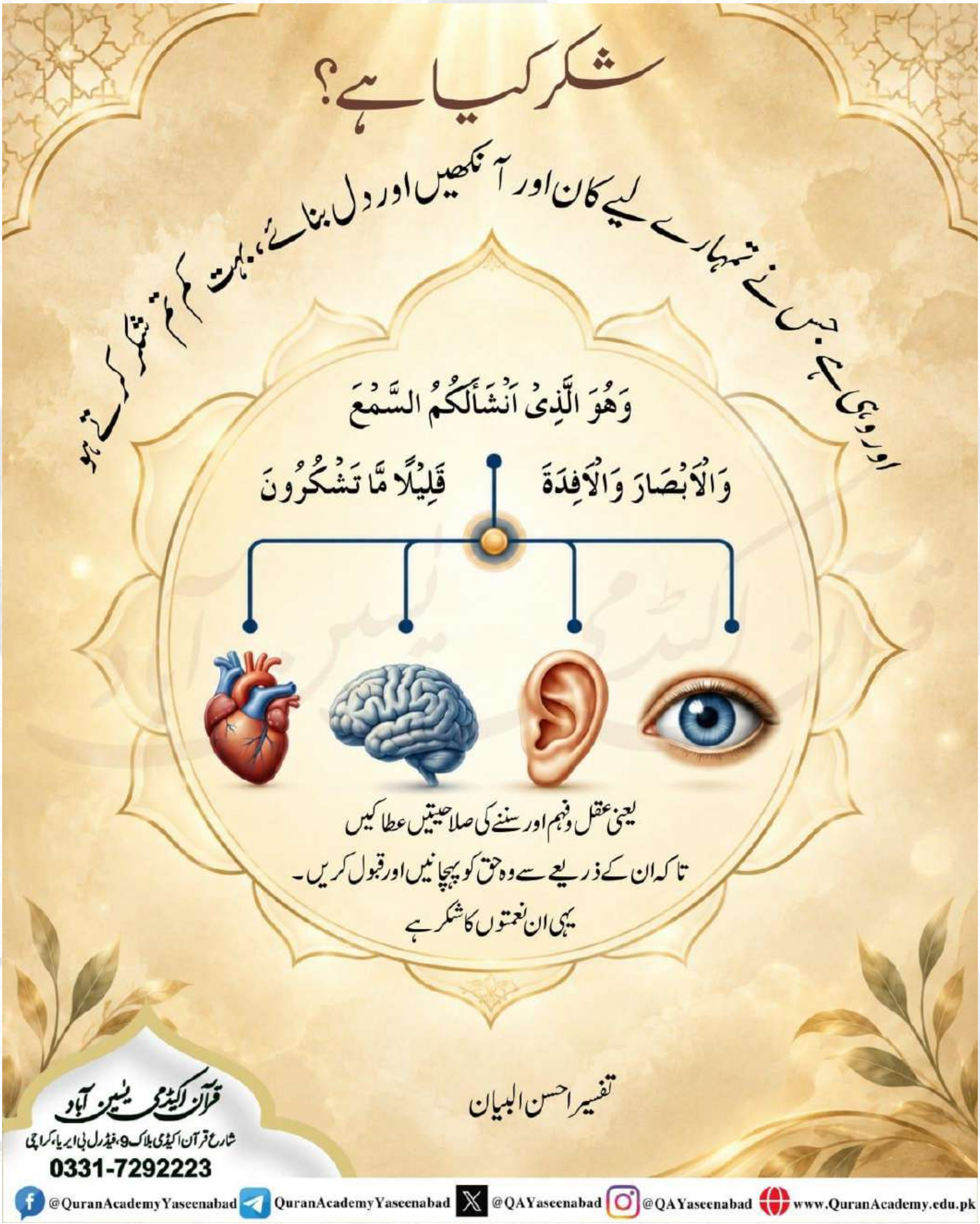

خدمتِ دینِ اسلام میں خواتین کا کردار

(اسلامی تہذیب کی تعمیر میں خواتین کی علمی، دعوتی، سماجی اور تربیتی خدمات)

حافظ محمد ارسلان خان
اکیڈمک اسسٹنٹ، قرآن اکیڈمی کورنگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور مرد و عورت دونوں کو اپنی بندگی اور زمین پر خیر کے قیام کی ذمہ داری عطا فرمائی۔ اسلام سے قبل دنیا کے اکثر معاشروں میں عورت کو کمتر سمجھا جاتا تھا۔ عرب کے جاہلی معاشرے میں بیٹی کی پیدائش باعثِ شرم سمجھی جاتی تھی، عورت وراثت سے محروم تھی اور اسے معاشرے میں باعزت مقام حاصل نہ تھا۔ اسلام نے ان تمام ظالمانہ رسوم کو ختم کیا اور عورت کو عزت، احترام، تعلیم، وراثت، معاشی حقوق اور خدمتِ دین کا حق عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔'' [التوبة: 71]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں... اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' [الاحزاب: 35]

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ اسلام نے دینی خدمت، اصلاحِ معاشرہ اور قربِ الٰہی کے میدان میں مرد و عورت دونوں کو یکساں ذمہ دار قرار دیا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا - اسلام کی پہلی محسنہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جنھوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ پہلی وحی کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں اور حق کا ساتھ دیتے ہیں۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: 3)

آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری دولت اسلام کی دعوت کے لیے وقف کر دی۔ شعبِ ابی طالب کی سخت آزمائشوں میں بھی آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی استحکام میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قربانیاں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا - علم و فقہ کی معمار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو امت کی عظیم ترین معلمات میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 2210 احادیث مروی ہیں۔ فقہ، تفسیر، حدیث، طب، ادب اور عربی زبان میں آپ رضی اللہ عنہا کی مہارت مسلم تھی۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم تمام ازواجِ مطہرات بلکہ تمام عورتوں کے علم کے ساتھ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب پر غالب ہوگا۔'' (امام ذہبی، سیر اَعلام النبلاء)۔ امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کو امت کی سب سے بڑی فقیہہ قرار دیا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا - مثالی بیٹی، بیوی اور ماں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سادگی، عبادت، صبر اور قناعت کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت کی کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما امت کے عظیم رہنما بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3714)

یہ تربیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک ماں پوری امت کی اصلاح میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی قربانی:

ہجرتِ مدینہ کے دوران حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک کھانا پہنچایا۔

اسی خدمت پر آپ رضی اللہ عنہا کو ''ذات النطاقین'' کا لقب ملا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بصیرت:

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شدید غم میں تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ خود قربانی کریں اور احرام کھول دیں۔ آپ ﷺ نے ایسا کیا تو تمام صحابہ نے فوراً پیروی کی۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط)

یہ واقعہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اسلام خواتین کی حکمت اور خیر خواہانہ رائے کو اہمیت دیتا ہے۔

خواتین اور علمِ دین:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 224)

اسلامی تاریخ میں ہزاروں خواتین نے حدیث، فقہ اور قرآن کی تعلیم دی۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً اسی (80) خواتین سے حدیث روایت کی، جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی متعدد محدثات کا ذکر کیا ہے۔

خواتین اور خدمتِ خلق:

غزوات میں صحابیات زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی، پانی کی فراہمی اور مریضوں کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

حضرت رُفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو اسلامی تاریخ کی پہلی نرس قرار دیا جاتا ہے۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ)

خواتین اور دعوتِ دین:

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے سنتِ نبوی کو امت تک پہنچانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اگر ان کا علمی سرمایہ موجود نہ ہوتا تو دین کے بے شمار احکام امت تک نہ پہنچ پاتے۔

قرآن کی نظر میں عورت کا مقام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، خواہ مرد ہو یا عورت۔'' [آل عمران: 195]

یہ آیت اسلام کے تصورِ مساوات اور خواتین کی دینی خدمات کی قبولیت کا واضح اعلان ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک ماں پوری نسل کی معمار ہوتی ہے۔ اگر مائیں قرآن سے وابستہ ہوں تو پورا معاشرہ قرآن سے وابستہ ہو جاتا ہے۔'' (بیاناتِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ، موضوع: نظامِ خاندان)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی رائے:

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اسلام عورت کو معاشرے کا ایک مؤثر اور باوقار رکن قرار دیتا ہے، جس کی اصل ذمہ داری صالح نسل کی تربیت اور اسلامی اقدار کا تحفظ ہے۔'' (پردہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیت 35 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اجر و ثواب اور قربِ الٰہی کے معاملے میں مرد و عورت دونوں کو یکساں مقام عطا فرمایا ہے''۔

عصرِ حاضر میں خواتین کی ذمہ داریاں:

آج مسلمان خواتین اگر قرآن و سنت سے مضبوط تعلق قائم کریں، دینی تعلیم حاصل کریں، نئی نسل کی اسلامی تربیت کریں، رفاہی کاموں میں حصہ لیں، تعلیم، دعوت اور سماجی اصلاح کے میدان میں کردار ادا کریں تو امتِ مسلمہ دوبارہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے۔

حضرت علامہ اقبال مرحوم نے ماں کے کردار کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

اختتامیہ:

اسلامی تاریخ کی روشن مثالیں اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ خواتین نے دینِ اسلام کی اشاعت، تعلیم، فقہ، حدیث، دعوت، خدمتِ خلق، جہاد، تربیتِ نسل اور اخلاقی تعمیر میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قربانی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی جرأت، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بصیرت اور دیگر صحابیات کا کردار آج بھی مسلمان خواتین کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان خواتین ان عظیم ہستیوں کی سیرت کو اپنا نمونہ بنائیں، قرآن و سنت سے مضبوط تعلق قائم کریں اور اپنی علمی، اخلاقی اور عملی صلاحیتوں کو دینِ اسلام اور امتِ مسلمہ کی خدمت کے لیے وقف کریں۔

یہی وہ راستہ ہے جو ایک صالح معاشرے، مضبوط خاندان اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔

ولادتِ رسول ﷺ اور ہماری ذمہ داری

مفتی امان اللہ

مسئول شعبۂ تصنیف و تالیف و استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

رسول ﷺ کی بعثت کی ضرورت اور اہمیت :

اللہ رب العزت نے پوری کائنات کے لیے فکری اور اخلاقی تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ لغوی اعتبار سے ''سنت'' کا معنی طریقہ کار، راستہ یا رویہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ شریعت کی اصطلاح میں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تائیدات ہیں۔ یہ سنت قرآن کے احکامات کی عملی تشریح کرتی ہے اور شریعت کے الٰہی اصولوں کو انسانی زندگی میں نافذ کرنے کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: ''بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں ایک بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) ہے'' [الاحزاب: 21]۔ آپ ﷺ کی حیات اور سنت پر گامزن ہونا ہر مسلمان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

رسول کی ذمہ داری اور امت کا فریضہ :

رسول کی بنیادی ذمہ داری اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانا، کتاب و حکمت کی تعلیم دینا اور امت کے نفوس کا تزکیہ کرنا ہے۔ اس بعثت پر عام انسانوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ رسول ﷺ کی کامل اطاعت، محبت اور فرمانبرداری کریں۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ دین میں حتمی سند رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے، اور وہی محبت، تعظیم اور اولیت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ لہٰذا امت پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو اس کی اصلی حالت میں محفوظ رکھے، سلفِ صالحین کے راستے پر کاربند رہے اور دین میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی یا اضافہ نہ کرے۔

ولادت رسول : اتباع یا ظاہری جشن؟

ولادتِ رسول ﷺ کی مناسبت سے ہمارے پیش نظر مروجہ جشن کے مقابلے میں اصل اہمیت اتباعِ سنت کی ہونی چاہیے۔ تاریخی اعتبار سے، قبل از اسلام عربوں کے ہاں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا، بلکہ وہ اہم واقعات (جیسے واقعۂ فیل) سے تاریخوں کا حساب لگاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کی قطعی تاریخ کے حوالے سے مؤرخین کے مابین ہمیشہ سے علمی اختلاف رہا ہے۔ دوسری طرف، کلاسیکی اسلامی تاریخ اور سلفِ صالحین کے متفقہ روایات کے مطابق 12 ربیع الاول وہ تاریخ ہے جس میں آپ ﷺ اس فانی دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اس تاریخی تناظر میں، ولادت کے دن کو جشن یا عید کا روپ دینا قرونِ اولیٰ (صحابہ کرام، تابعین) سے ثابت نہیں۔

شافعی فقیہ امام تاج الدین الفاکہانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: 734ھ) نے اپنے رسالے ''المورد فی المولد'' میں واضح کیا ہے کہ مروجہ میلاد کا یہ جشن ایک ایسی بدعت ہے جس کی بنیاد خیر القرون میں نہیں ملتی۔ انہوں نے فقہی احکام کے تحت اس کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا کہ یہ عمل نہ واجب ہے، نہ مستحب (کیونکہ شریعت نے نہ اس کا حکم دیا اور نہ صحابہ و تابعین نے اسے منایا)، اور نہ ہی یہ مباح ہو سکتا ہے کیونکہ دین کے معاملے میں کسی بھی نئی چیز کو داخل کرنا بالاتفاق مباح نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں لکھتے ہیں: ''اسی طرح وہ کام ہے جسے بعض لوگوں نے ایجاد کیا ہے، خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے یا نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے''۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محبت اور اجتہاد پر تو اجر دے سکتا ہے، لیکن اس بدعت پر نہیں کہ آپ ﷺ کے یومِ ولادت کو عید (تہوار) بنا لیا جائے، باوجود یہ کہ آپ ﷺ کی اصل تاریخِ پیدائش میں شدید اختلاف ہے۔ کیونکہ سلفِ صالحین نے ایسا کبھی نہیں کیا، حالانکہ اگر یہ خالص بھلائی ہوتی تو وہ اس کے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم ہم سے کہیں زیادہ تھی اور وہ نیکی کے کاموں پر سب سے زیادہ حریص تھے۔

اور اسی طرح مشہور فقہی عالم ابو عبد اللہ الحفار اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد منانے والوں کے خلاف ایک نہایت لطیف اور مضبوط عقلی دلیل پیش کی: ''اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دن منایا ہوتا، تو آپ ﷺ کی پیدائش کی قطعی تاریخ میں کبھی بھی اختلاف یا ابہام واقع نہ ہوتا (کیونکہ وہ ہر سال اس دن کو یاد رکھتے اور تواتر سے نقل کرتے)، لیکن تاریخ کا مبہم ہونا ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ سلف میں اس دن کو منانے کا کوئی رواج نہ تھا''۔

ایک اور جلیل القدر عالم دین ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب ''المدخل'' میں میلاد کے نام پر رائج بدعات اور خرافات (ڈھول باجے، راگ رنگ، اسراف اور خرافات) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ ایک فضیلت والا مہینہ ہے، لیکن لوگوں نے شکر گزاری کی بجائے اس میں بدعات کا اضافہ کر دیا ہے''۔ اگر یہ عمل تمام خرافات سے پاک بھی ہو اور محض دوستوں کو جمع کر کے کھانے کا انتظام کیا جائے، تب بھی یہ بذاتِ خود ایک بدعت ہے، کیونکہ ہمارے ائمہ سلف میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا اور ہمارے لیے وہی راستہ کافی ہے جو ان کے لیے کافی تھا۔

ظاہری جشن کی بنا پر اتباعِ سنت سے دوری:

موجودہ دور میں ظاہری جشن اور رسمیت کی کثرت نے لوگوں کو حقیقی اتباعِ سنت سے دور کر دیا ہے۔ سال میں محض ایک دن یا چند مخصوص ایام میں ظاہری سجاوٹ اور جلوسوں کو لوگ محبتِ رسول کا سچا معیار سمجھ لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں عملی زندگی میں سنتوں کو نافذ کرنے کا حقیقی جذبہ اور فرائض کی ادائیگی ماند پڑ جاتی ہے۔ اکابرینِ امت نے اس امر کی طرف کثرت سے اشارہ کیا ہے کہ جب کسی مستحب یا مباح امر کو رسوم و رواج کی قیود کے ساتھ اس طرح لازم کر دیا جائے کہ عوام اسے فرض اور واجب سمجھنے لگیں، تو یہ عمل شرعی حدود سے نکل جاتا ہے اور اصل فرائض کو پسِ پشت ڈالنے کا سبب بنتا ہے۔ محض زبانی دعوے اور رسمی تہوار عملی زندگی کے تضاد کو دور نہیں کر سکتے، بلکہ نجات کا دارومدار اخلاص اور اتباع میں ہے۔ واضح رہے کہ دین میں کسی بھی ایسے نئے عقیدے، عبادت یا رسم کو ثواب کی نیت سے داخل کرنا جس کی اصل شریعتِ مطہرہ میں موجود نہ ہو، ''بدعت'' کہلاتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبے میں فرمایا کرتے تھے: ''بدترین امور دین میں نئے پیدا کردہ کام ہیں، اور ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے''۔

یہاں دنیاوی امور (جیسے نئی ٹیکنالوجی، کاریں، ہوائی جہاز) اور دینی امور میں فرق کرنا لازمی ہے؛ دنیاوی ایجادات بدعتِ شرعی کے دائرے میں نہیں آتیں اور بالاتفاق مباح ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر لمحہ سنتِ نبوی ﷺ پر ثابت قدم رکھے اور نادانستہ طور پر ہونے والی تمام علمی و عملی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ ''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں، اور تجھ سے ان خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں جنہیں میں نہیں جانتا''۔

روداد : سمر تربیتی کیمپ

زیرِاہتمام : انجمن خدام القرآن —— قرآن اکیڈمی، اسلام آباد

حافظ حذیفہ جاوید، ملتان

دیباچہ :

آج کی نوجوان نسل کو جن سماجی و فکری چیلنجز کا سامنا ہے، ان کے پیشِ نظر ان کی دینی، اخلاقی اور فکری تربیت پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن خدام القرآن قرآن اکیڈمی اسلام آباد میں نوجوانوں کے لیے پندرہ روزہ ''سمر تربیتی کیمپ'' (Summer Tarbiyah Camp) کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا، تاکہ نوجوان نسل کو مثبت خطوط پر استوار کیا جا سکے اور انہیں دین کی بنیادی تعلیمات، عملی مہارتوں اور بھائی چارے کی روح سے آراستہ کیا جا سکے۔ زیرِ نظر سطور میں اسی تربیتی سفر کی روداد پیش کی جا رہی ہے۔

اس تربیتی کیمپ کے بارے میں آگاہی ماموں جان جناب عاطف محمود صاحب کے توسط سے ہوئی، جو خود انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے ممبر ہیں اور قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں استاذ کی ذمہ داری بھی ادا کر رہے ہیں اور تنظیم اسلامی سے وابستہ ہیں ان کے مشورے اور رہنمائی پر میں نے رجسٹریشن فیس ادا کر کے اس کورس میں اپنا اندراج کروایا۔ اس کورس کا کل دورانیہ پندرہ دنوں پر مشتمل تھا جو کہ 5 جولائی 2026ء سے 19 جولائی 2026ء تک تھا۔

روانگی اور کیمپ تک رسائی :

3 جولائی جمعہ کی رات ساڑھے گیارہ بجے میں ملتان سے موٹروے کے راستے اسلام آباد کے لیے روانہ ہوا۔ اس سفر اور کورس میں میرے ساتھ میرے کزن عبداللہ عاطف بھی شریک تھے۔ ہفتے کے روز صبح ساڑھے سات بجے ہم دونوں اسلام آباد پہنچے۔ چونکہ کورس کا باقاعدہ آغاز اتوار کے روز نمازِ عصر کے وقت ہونا تھا، اس لیے ہم نے یہ درمیانی وقفہ مری کی سیر میں گزارنے کا فیصلہ کیا اور وہاں ایک رات قیام کیا۔ اتوار کے روز ہم سمر تربیتی کیمپ کی مقررہ جگہ کے لیے روانہ ہوئے۔ کیمپ اسلام آباد کے قرآن کمپلیکس میں منعقد ہو رہا تھا، چنانچہ پہلے ہم قرآن اکیڈمی کے دفتر پہنچے اور وہاں سے تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت طے کر کے قرآن کمپلیکس پہنچے۔

استقبال اور تعارفی نشست :

قرآن کمپلیکس پہنچنے پر ہمارا نہایت خوش اسلوبی سے استقبال کیا گیا۔ رجسٹریشن مکمل ہونے کے بعد ہمیں identity card جاری کیے گئے۔ اس کے بعد کچھ دیر آرام کرنے اور نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد تعارفی نشست منعقد ہوئی، جس میں تمام شرکا نے اپنے برابر والے ساتھیوں کا تعارف کروایا جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے برابر والے ساتھیوں سے اچھا تعلق قائم ہو سکے مزید کیمپ کے قواعد و ضوابط سے بھی آگاہ کیا گیا۔ ان قواعد میں سب سے سخت اصول موبائل فون کے استعمال سے متعلق تھا، جس کے مطابق روزانہ صرف دو گھنٹے موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت تھی —— آج کی نوجوان نسل کے لیے یہ ایک نہایت مشکل مگر مفید اصول ثابت ہوا۔

روزانہ کا معمول :

کیمپ کے پہلے دن کا آغاز نمازِ فجر سے کیا گیا، جس کے بعد ہمیں ایک عدد پیپر فراہم کیا گیا جس میں صبح و شام کے اذکار شامل تھے جن کو ہمیں روزانہ یاد کروایا جاتا تھا۔ اس کے بعد ناشتہ کا اہتمام ہوتا، ناشتے کے فوراً بعد پہلی کلاس کا آغاز ہوتا، جس کا عنوان ''سیرت النبی ﷺ'' تھا، جو استاذ نعمان صاحب نے آخری دن تک نہایت عمدہ انداز میں پڑھائی۔ اس کے بعد دوسرا لیکچر استاذ اسفند اعجاز صاحب کا ہوتا، جس میں وہ ہمیں قرآنِ کریم کی عظمت اور چند

بنیادی سورتوں کے مضامین کا درس دیتے۔ اس کے بعد بیس منٹ کا وقفہ دیا جاتا، جس میں کبھی روح افزا اور کبھی چائے پیش کی جاتی تھی۔
اسی طرح روزانہ اگلے دو لیکچرز مختلف نئی ورک شاپس پر مبنی ہوتے، جن میں ٹائم مینجمنٹ، ایونٹ مینجمنٹ، پراجیکٹ مینجمنٹ اور سوشل میڈیا کے اخلاقی استعمال جیسے موضوعات کے علاوہ دیگر اہم ورک شاپس بھی شامل تھیں۔
کلاسز کے بعد نمازِ ظہر ادا کی جاتی، اس کے بعد کھانا کھا کر آرام کیا جاتا۔ نمازِ عصر کے بعد کھیلوں کا وقت ہوتا، جس میں ہم ٹیبل ٹینس، کرکٹ، بیڈمنٹن، فٹ بال اور والی بال جیسے کھیل کھیلتے۔ نمازِ مغرب کے بعد ہمیں بنیادی فقہ کی تعلیم دی جاتی، جس کے بعد ہمیں ہمارے اسلامی ہیروز کے بارے میں ویڈیو لیکچرز کے ذریعے آگاہی دی جاتی، جن میں خاص طور سے حضرت خالد بن ولید ؓ کا تذکرہ بھی شامل تھا، جنھوں نے پوری رومی اور فارسی سلطنتوں کو زیر کرکے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ اس کے بعد نمازِ عشاء ادا کرکے کھانا کھایا جاتا اور پھر ہم سو جاتے۔ موبائل فون صرف نمازِ ظہر اور عصر کے درمیانی وقفے میں فراہم کیے جاتے، جس سے ہمیں یہ احساس ہوا کہ اس الیکٹرانک ڈیوائس کے بغیر بھی ایک وسیع دنیا موجود ہے۔

پہلا ہفتہ — خصوصی سرگرمیاں:

پہلے ہفتے کے اختتام پر، جمعہ کے روز باربی کیو نائٹ کا اہتمام کیا گیا، جس میں ہمیں مختلف گروپس میں تقسیم کرکے انتظامی بنیادوں پر باربی کیو تیار کروایا گیا۔ اس سرگرمی سے ہمیں انتظامی امور کا عملی تجربہ حاصل ہوا اور ہم نے بھرپور لطف اٹھایا۔ اگلے روز، یعنی ہفتے کو، کھیلوں کا ٹورنامنٹ منعقد ہوا، جس میں ہر نوجوان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

دوسرا ہفتہ — نظم وضبط اور انتظامیہ کا کردار:

ایک ہفتہ گزرنے کے بعد ہمارا معمول مکمل طور پر ترتیب پا چکا تھا۔ نظم وضبط کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا — وقت پر سونا، وقت پر جاگنا، وقت پر کھانا، وقت پر کلاسز میں شرکت کرنا اور باجماعت نماز ادا کرنا۔ ہمارے کوآرڈینیٹرز نے بھی ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا، جن میں سب سے بہترین انتظام محترم سعد بھائی نے کیا، جو ہمارے ساتھ بھائیوں جیسا رویہ رکھتے تھے اور ہماری ہر مشکل کا جلد از جلد حل نکالتے تھے۔ باقی انتظامی عملہ بھی نہایت تعاون کرنے والا تھا۔

تفریحی سفر:

دوسرے ہفتے کے تین دن بھی معمول کے مطابق گزرے، جس کے بعد بدھ کے روز ہمیں ایک تفریحی سفر پر لے جایا گیا۔ اس دوران ہم نے مارگلہ ہلز پر ہائیکنگ کی، جس کے بعد ہمیں جھیل لے جایا گیا، جہاں ہم نے آبشار دیکھی جس میں سب نے نہانے کا لطف بھی اٹھایا۔

خصوصی نشستیں اور اضافی سرگرمیاں:

اسی دوران ہمارے کچھ خصوصی لیکچرز بھی منعقد ہوئے، جن میں ''اقبال کا پیغام، فائر سیفٹی، فرسٹ ایڈ اور میڈیا پروڈکشن'' جیسی ورک شاپس بھی شامل تھیں۔ انہی دنوں ہمیں ایک خصوصی ناشتہ بھی کروایا گیا، جس میں حلوہ پوری شامل تھی۔ خصوصی سرگرمیوں میں میڈیا پروڈکشن کے موضوع پر بھی ایک نہایت معلوماتی اور دلچسپ نشست منعقد ہوئی، جس کے لیے میڈیا کے شعبے سے وابستہ ماہرین کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ انہوں نے کیمرہ ورک اور نشریات (Broadcasting) کے تکنیکی پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کیا اور یہ بتایا کہ ایک معیاری نشریاتی پروڈکشن کی تیاری کے لیے کن کن آلات، عملے اور وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس موقع پر ہمیں مختلف قسم کے کیمرے اور نشریاتی آلات عملی طور پر بھی دکھائے گئے، جس سے میڈیا کی فنی جہت کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملا۔ نظری معلومات کی فراہمی کے بعد شرکا کو مختلف گروپس میں تقسیم کیا گیا اور بطور عملی مشق ہر گروپ سے مختصر نشریاتی مواد تیار کروایا گیا جس کے بعد ہر ایک گروپ سے ایک host اور تین guest کا انتخاب کیا گیا پھر ان کی Broadcast ریکارڈنگ کی گئی۔ جس سے ہمیں میڈیا پروڈکشن کے عملی پہلوؤں کا بھی بھرپور اور یادگار تجربہ حاصل ہوا۔

اختتامی تقریب:

کیمپ کے آخری دن باقاعدہ اختتامی تقریب منعقد کی گئی، جس میں طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں اور کیمپ کے اصل مقصد کی یاددہانی کروائی گئی۔ اختتامی تقریب کے بعد تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

مجموعی تاثرات :

اپنے تاثرات کے اظہار میں، میں یہی کہنا چاہوں گا کہ یہ انجمن خدام القرآن اسلام آباد کی جانب سے منعقد کیا گیا ایک نہایت شاندار کیمپ تھا۔ مجھے سب سے زیادہ لطف سیرت النبی ﷺ کا درس پڑھنے میں آیا، مزید ہمیں بھائی چارے کی اہمیت کے بارے میں بھی سکھایا گیا۔ تمام اساتذہ کرام نے ہمیں بہت عزت دی اور نہایت اچھے انداز میں درس دیا، جس کے بعد میرے اندر قرآنِ مجید کو مزید گہرائی سے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ یہ انجمن خدام القرآن اسلام آباد کی ایک نہایت عمدہ کوشش تھی۔ جس میں چودہ سال سے لے کر چوبیس سال تک کے نوجوانوں نے شرکت کی، مزید اس کورس میں نوجوان نسل کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی گئی۔ مجھے اس سمر تربیتی کیمپ میں بہت لطف آیا اور بہت کچھ نیا سیکھنے کو ملا۔

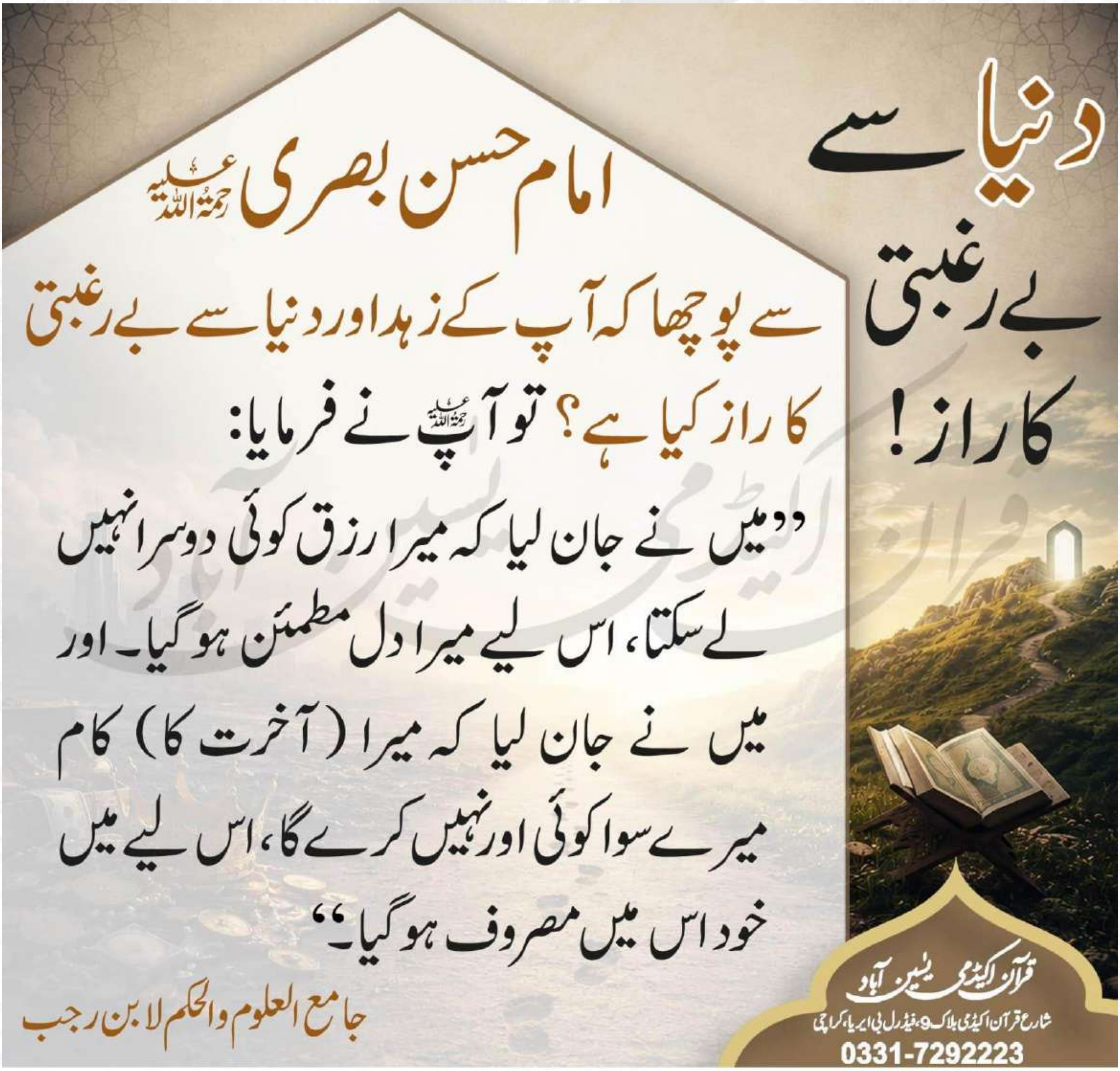

@QuranAcademyYaseenabad | QuranAcademyYaseenabad | @QAYaseenabad | @QAYaseenabad | www.QuranAcademy.edu.pk

موجودہ عالمی زری نظام یا جدید معاشی غلامی؟

ایک تنقیدی نگاہ

محمد اعظم

طالب علم رجوع الی القرآن کورس سال دوم

برصغیر کے عظیم مفکر اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ دولت کی ناہموار تقسیم بالآخر معاشرتی بگاڑ اور حتیٰ کہ کفر تک کا سبب بن سکتی ہے۔ یقیناً جب دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جائے اور معاشی طور پر معاشرے، ممالک اور دنیا میں عالمی سطح پر انصاف ختم ہو جائے، تو یہ صرف معاشی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ایمان اور اخلاقیات کو بھی متاثر کرتا ہے۔

گلوبل مانیٹری سسٹم یعنی عالمی زری نظام کا دولت کی تقسیم سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اور یہ تعلق نہ صرف کلی یعنی ملکی اور بین الاقوامی طور پر بلکہ جزوی یعنی اس ملک کے باشندے پر بھی ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ معاشی سرگرمیوں سے جڑا کوئی بھی شخص عالمی زری نظام سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ آج یہ عالمی زری نظام طے کرتا ہے کہ دنیا میں پیسہ کیسے بننا ہے، کہاں جانا ہے، اور کس کے پاس زیادہ جمع ہونا ہے اگر عالمی زری نظام غیر فطری اور طاغوتی ہو تو یعنی جدید اصطلاح میں ایسا زری نظام جو عدل، حقیقی قدر، اور انسانیت کے بجائے طاقت، سود اور کنٹرول پر مبنی ہو تو اس کے دنیا پر گہرے اور وسیع اثرات پڑتے ہیں جو اپنی جگہ ایک طویل بحث ہے۔

مثال کے طور پر جب کسی ترقی یافتہ ملک کی کرنسی (جیسے ڈالر، پاؤنڈ، یورو وغیرہ) عالمی سطح پر مزید مضبوط ہوتی ہے تو اس ملک کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ کم محنت سے زیادہ وسائل حاصل کر لیتا ہے، جب کہ کمزور کرنسی والے ممالک مہنگائی اور غربت کا شکار ہوتے ہیں۔ اس طرح دولت امیر ممالک میں جمع ہوتی جاتی ہے عالمی زری نظام، بنیادی طور پر تاریخی اعتبار سے دو بڑے ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور گولڈ اسٹینڈرڈ کا تھا، جس میں کرنسی کی بنیاد سونے جیسی حقیقی قدر پر قائم تھی اور مالیاتی استحکام نمایاں تھا جس کو تفصیل کے ساتھ کے فروری 2026ء کے شمارے میں مع اسلامی درہم و اسلامی دینار کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے جب کہ دوسرا دور ''فیٹ کرنسی'' کا ہے، جس میں کرنسی کی قدر سونے کے بجائے حکومتی پالیسیوں اور اعتماد پر منحصر ہو گئی ہے، اور یوں عالمی معیشت ایک نئے مگر پیچیدہ نظام میں داخل ہو گئی۔ عالمی زری نظام کے دوسرے دور کے ابتدائی 30 سال بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو 1914ء سے 1944ء تک پر محیط ہیں، یہ دور عالمی مانیٹری سسٹم کے لیے ایک نہایت اہم اور تبدیلیوں سے بھرپور عرصہ تھا۔ اس عرصے میں دنیا نے جنگوں، معاشی بحرانوں اور مالیاتی نظام کی تشکیلِ نو جیسے بڑے مراحل دیکھے۔ جنگ عظیم اول 1914-18ء عالمی کساد بازاری 1930ء اور جنگ عظیم دوئم 1939-44ء جیسے بڑے واقعات بھی اسی دور میں ہوئے کیونکہ مسلمانوں کی مرکزیت تو سلطنت عثمانیہ کے بعد ختم ہو گئی تھی اسی لیے مسلمان ممالک بھی زبوں حالی کا شکار تھے۔

اسی عرصے کے دوران خاص طور پر انگلینڈ اور یورپ کی پالیسیوں کی وجہ سے گولڈ اسٹینڈرڈ بتدریج زوال کا شکار ہونے لگا، پہلی جنگِ عظیم کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ بحال کرنے کی ناکام کوشش ہوئی مگر کمزور معیشت کے باعث یہ نظام مستحکم نہ رہ سکا۔ جس کی پہلی وجہ دنیا سے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا تھا سلطنت عثمانیہ چالیس ممالک اور تین براعظموں پر مشتمل تھی جو ایک وسیع رقبہ تھا کیونکہ سلطنت عثمانیہ نے دو دھاتی نظام یعنی گولڈ اسٹینڈرڈ کے تحت کام کرتے ہوئے عالمی اور علاقائی مالیاتی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا، جو بالآخر یورپی مالیاتی منڈیوں کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہوا لیکن سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ کا نظام کمزور ہوا اور دوسری وجہ یورپی ممالک کا بھی سونے کی پابندیوں سے ہٹ

کر اپنی کرنسی کو سہارا دینے کے لیے مختلف مالیاتی اقدامات کرتا تھا۔ 1930ء کی عظیم کساد بازاری نے اس نظام کو مزید کمزور کر دیا اور کئی ممالک نے اسے ترک کر دیا تھا۔ اس طرح 1944ء تک آتے آتے گولڈ اسٹینڈرڈ عملی طور پر اپنی پرانی حیثیت کھو چکا تھا۔

اب دوسرا دور یعنی فیٹ کرنسی کا دور شروع ہوتا ہے جس ابتدائی زری نظام میں جزوی طور پر سونے کو جگہ دی گئی۔ 1944ء میں جنگ عظیم دوم کے اختتام پر کچھ ممالک امریکا کی ریاست نیو ہیمپشائر کے ایک شہر برٹن وڈ میں اکٹھا ہوئے جہاں ایک متنازعہ کانفرنس ہوئی، اسی کو بریٹن وڈ کانفرنس کہتے ہیں جس کے تحت (1945ء) میں ''گولڈا یکسچینج کا معیار/اسٹینڈرڈ'' یعنی بریٹن وڈ سسٹم کو بطور بین الاقوامی زری نظام نافذ کیا گیا اس میں گولڈ کی قیمت 35 ڈالر فی اونس رکھی گئی اور ہر ملک اپنی کرنسی کی ویلیو ڈالر سے نکالتا تھا اس طرح تاریخ میں پہلی دفعہ دنیا کے ممالک کی کرنسی کی قدر سونے کے بجائے ڈالر بنی سوائے امریکہ کے۔ ساتھ ہی آئی ایم ایف قائم کیا گیا اور اسی سال از سر نو ورلڈ بینک بھی قائم کیا گیا۔ گولڈا یکسچینج کا معیار کا نظام 1972ء میں منہدم ہو گیا اگلے سال ہی ''لچکدار زر مبادلہ کی شرح کا نظام'' کو وجود میں لایا گیا اور آئی ایم ایف نے ایک نیا ریزروز ''ایس ڈی آر'' کو بطور نیا ریزروز اثاثہ تخلیق کیا جس پر بہت سے ماہر معاشیات کو یہ شک رہا ہے اور یہ قباحت دی جاتی ہے کہ یہ ریزروز امیر ممالک کو فائدہ اور ترقی پذیر و غریب ممالک کو نقصان دیتا ہے اور اس کے بعد سے کوئی نیا مکمل گلوبل مانیٹری نظام تو نہیں آیا لیکن اس میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ موجودہ گلوبل مانیٹری نظام کو آج دنیا Dollar-Based Fiat System امریکی ڈالر پر قائم غیر سونے سے وابستہ کرنسی کا نظام یا فیٹ کرنسی نظام (Fiat Currency System) کہتی ہے، دوسرے دور کے مختلف عالمی زری نظام کے (میکنیزم) یعنی عملی طریقہ کار آپ کو معاشیات کی کتابوں میں مل جائیں گے۔ ماہرین معاشیات کا ایک طبقہ آئی ایم ایف کو پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے لیے متنازعہ ادارہ سمجھتا ہے۔ ان کے مطابق آئی ایم ایف بظاہر سودی قرضے فراہم تو کرتا ہے لیکن یہ سودی قرضے سخت شرائط کے ساتھ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کو دیے جاتے ہیں سخت شرائط سے مراد جیسے کہ سبسڈی کا خاتمہ، ٹیکسوں میں اضافہ اور کرنسی کی قدر میں کمی وغیرہ ہو سکتی ہیں۔ ان پالیسیوں کا بوجھ اکثر عام عوام پر پڑتا ہے، آئی ایم ایف کی پالیسیاں مہنگائی اور غربت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے غیر جانبدار ماہرین معاشیات اسے ترقی پذیر ممالک کے لیے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 1944ء کے بعد دنیا میں ایک نیا گلوبل آرڈر نافذ ہوا جس کے نیچے ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ترقی پذیر ممالک کے لوگوں کی معاشی زندگی کے مصائب ہر آنے والے دن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

عالمی زری نظام کی تاریخ کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وقت کے ساتھ اس نظام میں بڑی تبدیلیاں آئیں، جنہوں نے دنیا کی معیشت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ موجودہ زری نظام، جو کہ فیٹ کرنسی اور ڈالر کی بالادستی پر قائم ہے، مکمل طور پر منصفانہ نہیں ہے۔ اس نظام میں طاقتور ممالک کو زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے جب کہ ترقی پذیر ممالک معاشی دباؤ، قرضوں اور مہنگائی کا زیادہ شکار رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم پیدا ہوتی ہے اور غریب ممالک مزید پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک ایسا متوازن اور شفاف زری نظام تشکیل دیا جائے جو تمام ممالک کے لیے یکساں مواقع فراہم کرے اور عالمی سطح پر معاشی انصاف کو فروغ دے۔ اور وہ اسلامی معاشی نظام ہی ہے جو نہ صرف جزوی بلکہ عالمی سطح پر معاشی انصاف کے ساتھ عالمی معیشت کو چلا سکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ آج خود امت مسلمہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے ہم لوگوں کا عام تاثر یہ بن گیا ہے کہ اگر سرمایہ دارانہ نظام سے صرف سود کو نکال دیا جائے تو وہ خود بخود اسلامی معیشت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تاثر درست نہیں ہے اسلامی معیشت محض سود کی حرمت تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک مکمل، منصفانہ اور اخلاقی نظام ہے جس کی بنیاد عدل، مساوات، حقیقی پیداوار، اور دولت کی منصفانہ تقسیم پر قائم ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اپنی ساخت میں ہی استحصالی عناصر رکھتا ہے، اس لیے صرف سود کے خاتمے سے اس کی روح تبدیل نہیں ہوتی۔ اسلامی معاشی نظام ایک ہمہ گیر نظریہ ہے جو انسان، معاشرہ اور معیشت تینوں کی اصلاح کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

آخر میں، آج کل مسلم ممالک کے بینکنگ سیکٹر میں جو سود فری بینکنگ کا کام ہو رہا ہے وہ قابل تعریف ہے لیکن اسلامی معاشی پروفیشنلز کو پوری اسلامی معیشت کو اپنے دائرہ کار میں لینا چاہیے جو کہ ضروری ہے اور یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری بھی ہے اسی احساسِ ذمہ داری کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم کا یہ شعر ہمیں عمل اور بیداری کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ؎

ابھی وقت ہے جاگ اُٹھ، عمل کا سفر شروع کر
امت کو تیرے ہاتھوں سے اب کام بہت کرنے ہیں

(1944ء) کو آئی ایم ایف قائم کیا گیا اور اسی سال از سر نو ورلڈ بینک بھی قائم کیا اور زری نظام کا تیسرا دور (1945ء) میں ''گولڈ ایکسچینج کا معیار/اسٹینڈرڈ'' یعنی بریٹن وڈ سسٹم کو بطور بین الاقوامی زری نظام دیا گیا جو 1972ء میں منہدم ہو گیا۔ اسی تبدیلی کے دوران 1944ء میں بریٹن ووڈز معاہدے کے تحت انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) اور ورلڈ بینک (World Bank) جیسے ادارے وجود میں آئے۔ بظاہر ان کا مقصد عالمی مالیاتی استحکام اور ترقی تھا، لیکن وقت کے ساتھ یہ ادارے طاقتور معیشتوں کے مفادات کے محافظ کے طور پر دیکھے جانے لگے۔ ترقی پذیر ممالک کو دیے جانے والے قرضوں کے ساتھ سخت شرائط منسلک کی گئیں، جن کے نتیجے میں مقامی معیشتوں پر دباؤ بڑھا، خودمختاری متاثر ہوئی، اور مہنگائی و معاشی ناہمواری میں اضافہ ہوا۔ یوں عالمی مالیاتی نظام میں ایک ایسا ڈھانچہ قائم ہوا جس میں کمزور معیشتیں مسلسل قرض اور پالیسی پابندیوں کے جال میں پھنستی چلی گئیں، جب کہ دولت اور اختیار چند طاقتور ممالک اور اداروں کے ہاتھوں میں مرتکز ہوتا گیا۔

گولڈ اسٹینڈرڈ کی بنیاد حقیقی قدر یعنی سونے پر تھی۔ گولڈ اسٹینڈرڈ نے کرنسی کو استحکام دیا، تجارت میں اعتماد پیدا کیا اور حکومتوں کو بے لگام پیسہ چھاپنے سے روکے رکھا۔ لیکن 1917ء کے بعد عالمی حالات، خصوصاً جنگوں اور بڑھتے ہوئے معاشی دباؤ نے اس مضبوط نظام کو ہلانا شروع کیا۔ ریاستوں کو جنگی اخراجات اور معیشت کو سہارا دینے کے لیے زیادہ وسائل درکار تھے، جس کے لیے گولڈ اسٹینڈرڈ کی پابندیاں ایک رکاوٹ بننے لگیں۔ یوں ایک ایسا دور شروع ہوا جہاں بتدریج دنیا سونے کی پابندی سے نکل کر ایک نئے مالیاتی نظام کی طرف بڑھنے لگی، جس میں کرنسی کی بنیاد حقیقی دولت کے بجائے حکومتی فیصلوں اور اعتماد پر رکھی گئی۔ یہی وہ موڑ تھا جہاں سے عالمی معیشت نے ایک نئے، مگر متنازع راستے کا سفر شروع کیا۔

جب دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جائے اور معاشرے میں انصاف ختم ہو جائے، تو یہ صرف معاشی مسئلہ نہیں رہتا، بلکہ ایمان اور اخلاقیات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ''برصغیر کے عظیم مفکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ دولت کی ناہموار تقسیم بالآخر معاشرتی بگاڑ اور حتیٰ کہ کفر تک کا سبب بن سکتی ہے۔

آج جب ہم جدید عالمی مالیاتی نظام پر نظر ڈالتے ہیں، تو یہ سوال مزید اہم ہو جاتا ہے کہ آیا موجودہ فیٹ کرنسی کا نظام واقعی انصاف پر مبنی ہے یا یہ دولت کو چند طاقتور ہاتھوں میں مرکوز کر کے عدم توازن کو بڑھا رہا ہے؟ ماضی کا گولڈ اسٹینڈرڈ ایک ایسی بنیاد فراہم کرتا تھا جس میں دولت کسی حد تک حقیقی قدر سے جڑی ہوئی تھی، جب کہ آج کی کرنسی محض اعتماد اور پالیسیوں کا کھیل بن چکی ہے۔ اسی تناظر میں یہ آرٹیکل اس بات کا جائزہ لے گا کہ گولڈ اسٹینڈرڈ سے فیٹ کرنسی تک کے سفر نے دنیا میں دولت کی تقسیم اور معاشی انصاف کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔

1917ء کے بعد دنیا ایک ایسے دور میں داخل ہوئی جہاں گولڈ اسٹینڈرڈ کی مضبوط بنیادیں بتدریج کمزور ہونے لگیں۔ پہلی عالمی جنگ نے ریاستوں کو غیر معمولی مالی دباؤ میں ڈال دیا، اور جنگی اخراجات پورے کرنے کے لیے حکومتوں نے سونے کی پابندیوں کو نرم کرنا شروع کیا۔ نتیجتاً کرنسی کی وہ سخت وابستگی، جو سونے کے ساتھ تھی، آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی۔

1930ء کی دہائی میں آنے والی عظیم معاشی کساد بازاری (Great Depression) نے اس نظام کو مزید ہلا کر رکھ دیا۔ کئی ممالک نے اپنی معیشت کو سہارا دینے کے لیے گولڈ اسٹینڈرڈ کو مکمل طور پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی مرضی سے پیسہ چھاپ سکیں اور شرح سود کو کنٹرول کر سکیں۔ اگرچہ یہ اقدامات وقتی ریلیف کا باعث بنے، لیکن اس سے عالمی مالیاتی نظم میں ایک نئی غیر یقینی کیفیت بھی پیدا ہوئی۔

1944ء میں بریٹن ووڈز (Bretton Woods) معاہدہ سامنے آیا، جس میں ایک نیا نظام متعارف کروایا گیا۔ اس نظام کے تحت امریکی ڈالر کو مرکزی حیثیت دی گئی اور اسے سونے کے ساتھ جزوی طور پر منسلک رکھا گیا، جب کہ دیگر کرنسیاں ڈالر کے ساتھ جڑی رہیں۔ یہ دراصل گولڈ اسٹینڈرڈ کی ایک ترمیم شدہ شکل تھی، جس نے کچھ عرصے کے لیے عالمی معیشت کو استحکام فراہم کیا۔ لیکن وقت کے ساتھ یہ نظام بھی دباؤ کا شکار ہو گیا۔ امریکہ کے بڑھتے ہوئے اخراجات، خاص طور پر ویتنام جنگ، اور عالمی سطح پر ڈالر کی بڑھتی ہوئی فراہمی نے سونے اور ڈالر کے تعلق کو کمزور کر دیا۔ آخر کار 1971ء میں امریکی صدر رچرڈ نکسن نے ڈالر کو سونے سے مکمل طور پر الگ کرنے کا اعلان کیا، جسے "Nixon Shock" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ تاریخی لمحہ تھا جب دنیا نے مکمل طور پر گولڈ

اسٹینڈرڈ کو خیر باد کہہ دیا اور فیٹ کرنسی کے دور میں داخل ہوگئے۔ یوں ایک ایسا نظام وجود میں آیا جس میں کرنسی کی قدر اب کسی حقیقی دھات کے بجائے حکومتی اعتماد اور معاشی پالیسیوں پر منحصر ہوگئی—ایک ایسا نظام جو آج بھی دنیا بھر میں رائج ہے، مگر مسلسل بحث اور تنقید کا مرکز بھی بنا ہوا ہے۔

عالمی مالیاتی نظام کے ضمن میں :

گولڈ اسٹینڈرڈ کو تاریخ میں ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد مالیاتی نظام سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں کرنسی کی قدر سونے جیسی حقیقی اور محدود چیز کے ساتھ منسلک ہوتی تھی۔ اس وجہ سے مہنگائی کم رہتی تھی، کرنسی کی ویلیو مستحکم ہوتی تھی اور حکومتیں بلاوجہ پیسہ نہیں چھاپ سکتی تھیں۔ اس کے مقابلے میں موجودہ دور کی فیٹ کرنسی، جو صرف حکومتی اعتماد اور پالیسیوں پر مبنی ہے، کئی مسائل کو جنم دیتی ہے، جیسے مہنگائی میں اضافہ، کرنسی کی قدر میں کمی اور مالیاتی عدم استحکام۔ تاہم، جدید معیشت کی تیزی، عالمی تجارت کی وسعت اور ہنگامی حالات میں فوری فیصلوں کی ضرورت نے ممالک کو گولڈ اسٹینڈرڈ سے دور کر کے فیٹ سسٹم کی طرف دھکیلا۔ اگرچہ فیٹ کرنسی نے حکومتوں کو زیادہ کنٹرول اور لچک دی، لیکن اس کے ساتھ معاشی بے یقینی اور عوامی سطح پر مالی دباؤ بھی بڑھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی بہت سے ماہرین اور سرمایہ کار سونے کو اصل قدر (Real Value) کا محافظ سمجھتے ہیں اور فیٹ کرنسی کے نظام پر سوال اٹھاتے ہیں۔

کیا لوگ قرآنِ کریم سے دور ہو رہے ہیں؟

محمد سعد دلدار

استاذ قرآن اکیڈمی کورنگی

کیا لوگ قرآنِ کریم سے دور ہو رہے ہیں؟ یا ہمارا نظام ناکام ہو رہا ہے؟

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور اسے حفظ کرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ مگر آج ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ آخر کیوں بہت سے والدین اپنے بچوں کو شعبۂ حفظ میں داخل کروانے سے گھبراتے ہیں، اور کیوں بعض بچے یہ سفر ادھورا چھوڑ دیتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ قرآن میں نہیں، بلکہ اس نظام میں ہے جس کے ذریعے ہم بچوں کو قرآن سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعتماد کے زوال کی وجوہات :

پہلے دور میں والدین بلا جھجک اپنے بچوں کو مدرسے کے سپرد کر دیتے تھے، کیونکہ انہیں استاد پر مکمل بھروسا ہوتا تھا۔ آج یہ اعتماد کمزور ہو چکا ہے، اور اس کی چند بنیادی وجوہات ہیں :

(1) تدریس کا طریقہ زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں رہا۔ (2) بچوں کی نفسیاتی ضروریات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ (3) سختی اور ڈانٹ کو تربیت کا واحد ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ (4) والدین کو بچے کی پیش رفت سے باخبر نہیں رکھا جاتا۔ (5) محبت، سختی سے زیادہ مؤثر ہے۔۔۔ اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

بچہ جب خوف کے ماحول میں سبق یاد کرتا ہے تو وہ قرآن سے دلی لگاؤ پیدا نہیں کر پاتا، بلکہ اسے ایک بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس جب استاد شفقت، حوصلہ افزائی اور صبر سے کام لیتا ہے تو بچہ خود بخود قرآن کی طرف مائل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں بھی نرمی اور حکمت کو ترجیح دی گئی ہے، نہ کہ سختی اور تشدد کو۔

(6) ہر بچہ الگ ہے۔ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھنا غلط ہے :

ایک کامیاب ادارہ وہ ہے جو ہر بچے کی انفرادی صلاحیت، رفتار اور مزاج کو سمجھے۔ کچھ بچے جلد یاد کر لیتے ہیں، کچھ کو زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ اگر سب کو ایک ہی پیمانے پر پرکھا جائے تو کمزور بچہ حوصلہ ہار بیٹھتا ہے اور آخر کار حفظ چھوڑ دیتا ہے۔

والدین کا کردار اور اعتماد کی بحالی :

ادارے کی ذمہ داری ہے کہ وہ والدین کو بچے کی کارکردگی سے باقاعدہ آگاہ رکھے، اساتذہ میں تسلسل قائم رکھے اور ایک منظم و شفاف نظام تشکیل دے۔ جب والدین یہ دیکھیں گے کہ ان کا بچہ محبت اور عزت کے ماحول میں پروان چڑھ رہا ہے، تو ان کا اعتماد خود بخود بحال ہو جائے گا۔

خلاصہ :

حقیقت یہ ہے کہ لوگ قرآن سے دور نہیں ہوئے، بلکہ وہ ایسے نظام سے دور ہوئے ہیں جہاں ان کے بچوں کو وہ محبت، توجہ اور تربیت میسر نہیں جس کے وہ حقدار ہیں۔ اگر ہم اپنے طریقۂ تدریس کو جدید تقاضوں، محبت اور حکمت کے مطابق ڈھال لیں، تو یقیناً والدین اور بچے دونوں دوبارہ قرآن کریم کی طرف رجوع کریں گے اور یہ سفر خوف کی بجائے محبت کا سفر بن جائے گا۔

آزادیِ پاکستان اور ہمارا کردار
ایک تفصیلی نظریاتی اور دستوری جائزہ

مفتی امان اللہ خان قائم خانی

مسئول شعبہ تصنیف و تالیف واستاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

آزادیِ پاکستان کا نظریاتی پس منظر:

بیسویں صدی کے وسط میں برصغیر کے سیاسی افق پر مملکتِ خداداد پاکستان کا ظہور محض ایک جغرافیائی لکیر کی تبدیلی یا اقتدار کی منتقلی کا قصہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک عظیم تزویراتی (Strategic) انقلاب اور صدیوں پر محیط ایک تہذیبی و نظریاتی کشمکش کا منطقی ثمر تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ ریاست کی تاسیس اس لیے ناگزیر ہو چکی تھی کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو کلمۂ توحید کی اساس پر استوار کر سکیں۔ قیامِ پاکستان کی اساس اس ''دو قومی نظریے'' پر قائم تھی جو یہ اعلانِ عام تھا کہ اسلام محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک الگ تہذیبی تشخص اور مکمل نظامِ حیات ہے۔

بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے 8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تاریخی اجتماع میں اس نظریے کی دستوری و تہذیبی گہرائی کو ان الفاظ میں واضح فرمایا:

''مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے، نہ وطن نہ نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا، وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔''

یہ اقتباس اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ پاکستان کی اساسی دستاویز کا پہلا لفظ ''نظریہ'' ہے۔ ایک شخص کا ہندو یا مسلمان ہونا محض عقیدے کی تبدیلی نہیں بلکہ قومیت کی تبدیلی تھی، جس نے برصغیر کے سیاسی نقشے کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یہ جذبۂ محرکہ ہی تھا جس نے نامساعد حالات میں مسلمانوں کو ایک ایسی ریاست کے لیے متحد کیا جہاں قرآن و سنت کی بالادستی محض ایک خواب نہیں بلکہ ایک دستوری حقیقت بن کر ابھرنی تھی۔

پاکستان کی تاسیسی اسلامی بنیاد (بانیانِ قوم کے افکار کی روشنی میں):

پاکستان کے سیاسی و دستوری ڈھانچے کو لادینیت (Secularism) کی گرد سے پاک رکھنے کے لیے بانیانِ قوم نے واضح خدوخال متعین کر دیے تھے۔ قائداعظم کے نزدیک قرآن مجید مسلمانوں کے لیے ایک ''ہمہ گیر ضابطۂ حیات'' تھا۔ ان کے فرمودات شاہد ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک جدید اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے جہاں شریعت کے اصولوں کو جدید جمہوری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ اسی طرح حکیم الامت علامہ اقبال کا ''تصورِ ملت'' جغرافیائی وطنیت کے بت کو پاش پاش کر کے ایک آفاقی ''وحدتِ مسلمین'' کی بنیاد رکھتا ہے، جو پاکستان کو عالمِ اسلام کے ایک تزویراتی مرکز کے طور پر دیکھتا تھا۔

پاکستان کی دستوری تاریخ کا سب سے اہم موڑ 1949ء کی ''قراردادِ مقاصد'' ہے، جس نے ریاست کے نظریاتی قبلے کا تعین کیا۔ اس قرارداد نے ''حاکمیتِ الٰہیہ'' (Sovereignty of Allah) کا وہ انقلابی اعلان کیا جو پاکستان کے سیاسی نظام کو مغرب کے لادینی جمہوری تصورات سے قطعی طور پر ممتاز کرتا ہے۔ اس کے مطابق کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ریاست کا اختیار ایک ''مقدس امانت'' کے طور پر اس کی حدود کے اندر رہ کر استعمال کیا جائے گا۔ یہ تصور ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھتا ہے جہاں قانون سازی عوامی

خواہشات کے بجائے خدائی احکامات کے تابع ہو، اور یہی وہ تزویراتی فرق ہے جو پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ملک بناتا ہے۔

آزادی سے اب تک طے کردہ کامیاب منازل:

پاکستان کی نوزائیدہ مملکت نے اپنے سفر کا آغاز تاریخ انسانی کی سب سے بڑی ہجرت، یعنی ''ہجرتِ کبریٰ'' کے مصائب و آلام سے کیا۔ ماخذ کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان نے ابتدائی برسوں میں بغیر کسی قابلِ ذکر غیر ملکی امداد کے، محض عوامی جرأت اور جذبے سے اپنے انتظامی و دستوری ڈھانچے کی تعمیر کی۔

دستوری ارتقا کے اس سفر کو ہم تین نمایاں ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

اول: جمہوری دور (1973ء تا 1977ء): یہ دور ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار سے عبارت ہے، جس میں 1973ء کا متفقہ دستور منظور ہوا۔ اگرچہ بھٹو صاحب کی شخصیت پر ''اسلامی سوشلزم'' کی چھاپ تھی، لیکن انہوں نے عوامی نبض کو پہچانتے ہوئے دستور میں ایسی اسلامی شقیں شامل کیں جو سابقہ دساتیر میں موجود نہ تھیں۔ اسی دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے جیسا عظیم دستوری فیصلہ ہوا۔

دوم: دورِ فکرِ اسلامی (1977ء تا 1999ء): یہ دور جنرل ضیاء الحق کے عہد سے شروع ہوا، جس نے دستور میں متعدد ترامیم کے ذریعے اسلام کو ریاست کا لازمی جزو بنا دیا۔ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے اداروں کو فعال کیا گیا۔ تاہم، ایک ماہرِ دستوریات کے طور پر ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس دور میں قانون سازی کا عمل اکثر ''الل ٹپ'' (Haphazard) طریقے سے ہوا، کیونکہ اس وقت ریاست کے پاس پختہ علمی تھنک ٹینکس (Think Tanks) کی کمی تھی جو اسلامی اصولوں کو دستوری قالب میں ڈھالنے کی تکنیکی مہارت رکھتے ہوں۔

سوم: لادینیت کی کوششوں کا دور (1999ء تا حال): یہ دور پرویز مشرف کے عہد سے شروع ہوا جس نے ''روشن خیالی'' کے نام پر دستور کی اسلامی اساس میں رخنہ (Dent) ڈالنے کی کوشش کی۔ تاہم، سپریم کورٹ کے فیصلوں اور آرٹیکل 6 کی موجودگی نے دستور کی اسلامی دفعات کو کسی حد تک محفوظ رکھا۔

1973ء کے دستور کی کلیدی اسلامی دفعات:

دستورِ پاکستان کی اسلامی روح درج ذیل آرٹیکلز میں پوشیدہ ہے:

- آرٹیکل 1 اور 2: ریاست کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' اور اسلام کو ''مملکتی مذہب'' قرار دیا گیا۔
- آرٹیکل A2: قراردادِ مقاصد کو دستور کا باقاعدہ موثر حصہ بنایا گیا۔
- آرٹیکل 31: اسلامی طرزِ زندگی کی ترویج اور زکوٰۃ و عشر کی تنظیم کی ضمانت۔
- آرٹیکل 62: ارکانِ پارلیمنٹ کے لیے ''صادق اور امین'' ہونے اور احکامِ اسلام سے انحراف نہ کرنے کی شرط۔
- آرٹیکل 203: وفاقی شرعی عدالت کا قیام جو قوانین کو قرآن و سنت کے ترازو میں پرکھ سکے۔
- آرٹیکل 227: اس بات کی حتمی ضمانت کہ کوئی قانون اسلام کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔
- آرٹیکل 260(3): مسلم اور غیر مسلم کی واضح تعریف، جس کے تحت ختمِ نبوت پر ایمان لازمی قرار دیا گیا۔
- جدول نمبر سوم: صدر اور وزیر اعظم کے لیے اسلامی حلف کا ضابطہ، جس میں نظریۂ پاکستان کے تحفظ کا عہد شامل ہے۔

معاصر پاکستان کو درپیش کثیر الجہتی چیلنجز:

آج پاکستان ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں تزویراتی تضادات اور معاشی عدم استحکام نے قومی اسلامیت کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ویکیپیڈیا اور دیگر معتبر ماخذ کے مطابق، 2022-2023 کا معاشی بحران ملکی تاریخ کا ہولناک ترین باب ثابت ہوا ہے۔

معاشی بحران اور افراطِ زر: حالیہ برسوں میں افراطِ زر (Inflation) کی شرح 27 فیصد کی تاریخی سطح کو چھو گئی، جو 1975ء کے بعد مہنگائی کا ایک نیا ریکارڈ ہے۔ اس بحران کی جڑیں ناقص حکمرانی، ضرورت سے زیادہ بیرونی قرضوں اور ادائیگیوں کے توازن کے بحران میں پیوست ہیں۔ زرِ مبادلہ کے ذخائر اس حد تک گر چکے ہیں کہ ملک کے پاس محض ایک ماہ کی درآمدات کے پیسے باقی بچے ہیں۔

سیاسی عدم استحکام اور پالیسیوں کا تسلسل : سیاسی محاذ آرائی اور اقتدار کی رسہ کشی نے ''پالیسیوں کے تسلسل'' (Policy Continuity) کو دفن کر دیا ہے۔ معاشی استحکام کے لیے دستور کے آرٹیکل 37 اور 38 کی روح کے مطابق سماجی انصاف اور عوامی بہبود کے اقدامات کے بجائے سیاسی بقا کو ترجیح دی گئی، جس کے نتیجے میں ''گورننس'' کا ڈھانچہ مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔

سماجی پسماندگی اور کم پیداواری صلاحیت : ناقص نظامِ تعلیم اور صحت کی سہولیات کے فقدان نے ملک کی ''انسانی پیداواریت'' (Human Productivity) کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ جب تک افرادی قوت ہنر مند اور نظریاتی طور پر پختہ نہیں ہوگی، ہم عالمی منڈی میں زرِ مبادلہ کمانے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔ یہ سماجی تنزلی براہِ راست دستوری اصولوں سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

تاسیسی بنیادوں کی روشنی میں اسلامی نظام کی ناگزیریت اور حل :

موجودہ معاشی و سیاسی مصائب کا واحد حل دستور کے ان اسلامی رہنما اصولوں میں پوشیدہ ہے جنہیں اب تک محض ''سجاوٹ'' کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ایک مفکرِ تحریکِ پاکستان کی حیثیت سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم ''تجربات'' کے بجائے ''اساس'' کی طرف لوٹیں۔

سودی نظام (ربا) کا خاتمہ : آئین کا آرٹیکل 38 (و) ریاست کو پابند کرتا ہے کہ ''ربا'' کو جلد از جلد ختم کیا جائے۔ موجودہ معاشی دلدل سے نکلنے کا راستہ سودی قرضوں کے چکر سے نکل کر اسلامی بینکاری اور پیداواری معیشت میں ہے۔ سودی نظام کا خاتمہ اب محض ایک مذہبی مطالبہ نہیں بلکہ معاشی بقا کا تزویراتی تقاضا بن چکا ہے۔

سماجی انصاف اور نظامِ زکوٰۃ : آرٹیکل 31 اور 37 کے تحت زکوٰۃ، عشر اور اوقاف کی تنظیم کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم ممکن ہے۔ اگر اسے بیوروکریسی کے چنگل سے نکال کر ایک شفاف اور خودکار نظام میں ڈھالا جائے تو ملک سے غربت کا خاتمہ ممکن ہے، جیسا کہ ریاستِ مدینہ میں ہوا تھا۔

وحدتِ مسلمین اور عالمی بلاک : علامہ اقبال کا خواب ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے'' آج کے معاشی تناظر میں ایک ''مسلم معاشی بلاک'' (Muslim Economic Block) کی صورت میں عملی جامہ پہن سکتا ہے۔ پاکستان اپنی تزویراتی لوکیشن (Strategic Location) اور وسط ایشیا کے لیے ''دریچے'' کی حیثیت کو استعمال کرتے ہوئے مسلم ممالک کے ساتھ معاشی اتحاد کر سکتا ہے، جو ہمیں آئی ایم ایف اور مغربی طاقتوں کے دباؤ سے نجات دلا سکتا ہے۔

تعلیمی و علمی اصلاحات : ہمیں اپنے تعلیمی اداروں کو ''مغرب زدگی'' سے نکال کر اسلامی و جدید سائنسی علوم کے سنگم پر لانا ہوگا۔ ایسی علمی قیادت (Think Tank) تیار کرنی ہوگی جو دستوری ترامیم کو ''الل ٹپ'' کے بجائے ٹھوس علمی بنیادوں پر استوار کرے، تاکہ دستور کی بالادستی اور اسلام کا نفاذ ہم قدم ہو سکیں۔

آزادیِ پاکستان ایک مقدس امانت ہے اور اس کی بقا کا راز ''خودی کی بیداری'' میں مضمر ہے۔ ہمیں مایوسی کے بادلوں کو چیر کر بانیانِ قوم کے افکار کی روشنی میں ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست کی تعمیر کے لیے انفرادی و اجتماعی سطح پر عزم نو کرنا ہوگا۔ پاکستان کی سلامتی محض ہتھیاروں میں نہیں، بلکہ اس کے نظریاتی استحکام اور دستوری بالادستی میں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مملکتِ خداداد کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اسے معاشی خود کفالت، سیاسی وقار اور عالمِ اسلام کی رہنمائی کا شرف عطا فرمائے۔ یا رب العالمین! اس وطن کو امن و آشتی کا گہوارہ بنا اور ہمیں اس کی خدمت کی توفیق عطا کر۔ آمین!

سمر تربیہ کیمپ 2026ء

(روداد)

سید محمد مصطفیٰ

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

آج کا دور بے شمار مواقع کے ساتھ ساتھ بے شمار فتنوں کا بھی دور ہے۔ خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کے لیے گرمیوں کی تعطیلات ایک ایسا مرحلہ بن چکی ہیں جس میں اگر انہیں مثبت اور تعمیری سرگرمی نہ ملے تو ان کا قیمتی وقت موبائل فون، سوشل میڈیا، ویڈیو گیمز اور دیگر غیر مفید مشاغل کی نذر ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ نئی نسل کو ایسا ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ دین کا شعور حاصل کرے، اپنے رب کو پہچانے، اپنے دین کو سمجھے، اپنے کردار کو سنوارے اور اپنی صلاحیتوں کو مثبت سمت میں استعمال کرنا سیکھے۔

اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت قرآن اکیڈمی یاسین آباد کے زیرِ اہتمام موسمِ گرما کی تعطیلات میں سمر تربیہ کیمپ 2026ء کا انعقاد کیا گیا۔ اس کیمپ کا مقصد صرف بچوں کو مصروف رکھنا نہیں تھا بلکہ ان کی فکری، روحانی، اخلاقی، جسمانی اور تخلیقی تربیت کو ایک مربوط انداز میں پروان چڑھانا تھا، تاکہ وہ معاشرے کے مفید، باکردار اور باعمل افراد بن سکیں۔

اس سال سمر کیمپ میں دو سو کے قریب طلبہ و طالبات نے شرکت کی۔ عمر کے لحاظ سے انہیں مختلف گروپس میں تقسیم کیا گیا، تاکہ ہر عمر کے بچوں کو ان کی ذہنی استعداد اور ضروریات کے مطابق تعلیم و تربیت فراہم کی جا سکے۔ طلبہ کے لیے دو الگ گروپس جبکہ طالبات کے لیے بھی عمر کے اعتبار سے دو گروپس تشکیل دیے گئے، جس سے تدریس اور تربیت کا عمل مزید مؤثر اور منظم ہو گیا۔

طلبہ کے کیمپ کا احوال:

اس کیمپ میں 119 طلبہ نے شرکت کی، جنھیں عمر کے اعتبار سے دو گروپس (9 تا 11 سال اور 12 تا 16 سال) میں تقسیم کیا گیا۔ کیمپ کی تمام تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کو "Faith Warrior (بندۂ مومن)" کی منفرد تھیم کے گرد ترتیب دیا گیا۔ اس تھیم کا بنیادی مقصد بچوں اور نوجوانوں کے اندر یہ شعور پیدا کرنا تھا کہ ایک حقیقی مومن کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا، دین کی سربلندی اور آخرت کی کامیابی کے لیے مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔

اسی تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر ہفتے چار باہم مربوط موضوعات پڑھائے گئے۔ پیر کے روز "Vision of Victory" کے عنوان سے نورالدین صاحب (کلاس اول) اور اعیان جمن صاحب (کلاس دوم) نے شرکا کے سامنے ایک بندۂ مومن کی حقیقی منزل، آخرت کی کامیابی، امت کی خدمت اور رسول اللہ ﷺ کے مشن سے وابستگی کا تصور واضح کیا۔ منگل کو "The Hidden Enemies" کے تحت سید محمد مصطفیٰ اور عمر احمد عباسی صاحب نے نفس، شیطان، بگڑے ہوئے معاشرے، لغویات اور دنیا کی فریب کاری جیسے ان باطنی دشمنوں سے آگاہ کیا جو ایک مومن کو اس کے اصل مقصد سے غافل کرتے ہیں۔ بدھ کے روز "Weapons of Faith" میں حذیفہ شمیم صاحب اور عبد الرافع صاحب نے نماز، تقویٰ،

صالح صحبت، قرآن حکیم، دعوت اور صبر کو ایک Faith Warrior کے مؤثر ہتھیاروں کے طور پر پیش کیا، جبکہ جمعرات کو "Path of Preparation" کے عنوان سے عبد الرافع صاحب اور سید محمد مصطفیٰ صاحب نے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے کس طرح اپنے جانثار ساتھیوں کی فکری، روحانی اور عملی تربیت فرمائی اور انہیں ایمان، استقامت، حکمت اور اجتماعی نظم کی ایسی صفات سے آراستہ کیا جو ہر دور کے بندۂ مومن کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اس طرح سمر کیمپ کی ہر کلاس، ہر سرگرمی اور ہر کھیل اسی مرکزی تصور سے وابستہ رہا کہ نئی نسل کے اندر ایک ایسا باکردار، باہمت اور باعمل "Faith Warrior" پیدا کیا جائے جو اپنے ایمان، فکر اور کردار کے ذریعے معاشرے میں خیر، اصلاح اور دعوتِ دین کا ذریعہ بن سکے۔

صرف معلومات کی فراہمی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ بچوں کو عملی زندگی کے بنیادی دینی تقاضوں سے بھی روشناس کرایا گیا۔ طہارت، نماز، دعا، والدین کے حقوق، وقت کی قدر، اخلاص، توبہ، حسنِ اخلاق، اللہ پر توکل اور روزمرہ زندگی میں اسلام پر عمل جیسے موضوعات کو عملی مثالوں اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا، تاکہ دین ان کے لیے محض کتابی علم نہ رہے، بلکہ زندگی گزارنے کا طریقہ بن جائے۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی سرگرمیوں کو بھی نصاب کا حصہ بنایا گیا۔ کرکٹ، فٹبال، رسہ کشی، شجرکاری اور دیگر اجتماعی کھیلوں کے ذریعے طلبہ میں نظم وضبط، ٹیم ورک، قائدانہ صلاحیت، برداشت اور باہمی تعاون جیسی صفات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ کیمپ کے آغاز ہی میں ٹیمیں تشکیل دی گئیں اور پورے کیمپ کے دوران انہی ٹیموں کے درمیان مختلف مقابلے منعقد ہوتے رہے، جس سے بچوں میں مثبت مقابلے کا جذبہ بھی پیدا ہوا اور باہمی اخوت بھی مضبوط ہوئی۔

پھر 2 جولائی 2026ء کو شعبۂ حفظ اور سمر تربیہ کیمپ کے طلبہ کے لیے ایک تربیتی و تفریحی پکنک کا اہتمام بھی کیا گیا، جس میں مجموعی طور پر سمر کیمپ کے 35 طلبہ نے شرکت کی۔ اس موقع پر طلبہ کو شمسی فارم ہاؤس لے جایا گیا، جہاں انہیں تعلیمی ماحول سے ہٹ کر صحت مند تفریح، باہمی اخوت اور اجتماعی زندگی کا عملی تجربہ حاصل ہوا۔ مختلف کھیلوں، گروہی سرگرمیوں اور خوشگوار نشستوں کے ذریعے طلبہ میں باہمی تعاون، نظم وضبط، قائدانہ صلاحیت اور ٹیم ورک کے جذبے کو فروغ دیا گیا۔ اساتذہ اور طلبہ نے ایک دوسرے کے ساتھ نہایت خوشگوار لمحات گزارے، جس سے ان کے درمیان محبت، اعتماد اور تعلق میں مزید مضبوطی پیدا ہوئی۔ اس طرح یہ پکنک محض تفریح تک محدود نہ رہی، بلکہ شعبۂ حفظ کے طلبہ کی شخصیت سازی، ذہنی تازگی اور باہمی تعلقات کے استحکام کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی۔

طالبات کے کیمپ کا احوال:

طالبات کے لیے منعقدہ سمر تربیہ کیمپ کو اس انداز سے ترتیب دیا گیا کہ ان کی دینی، فکری، اخلاقی، روحانی اور عملی شخصیت کی ہمہ جہت تعمیر ہو سکے۔ تقریباً پانچ ہفتوں پر مشتمل اس کیمپ میں 82 طالبات نے شرکت کی، جنہیں عمر کے اعتبار سے دو گروپس (9 تا 11 سال اور 12 تا 16 سال) میں تقسیم کیا گیا۔ بڑی طالبات کے لیے اسمائے حسنیٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرآنِ مجید میں بیان کردہ مثالوں کی روشنی میں توحید و ایمان کی حقیقت، منتخب احادیث کے ذریعے اعلیٰ اخلاق، اخلاص اور صراطِ مستقیم کا شعور، تزکیۂ نفس اور خود احتسابی، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الملک پر تدبر، مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کا تعارف، اور اُمہات المومنین و صحابیات رضی اللہ عنہن کی سیرت کی روشنی میں ایک باکردار مسلم خاتون کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا۔ چھوٹی طالبات کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ، آسان دینی اسباق، قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات اور کردار سازی پر مشتمل دلچسپ اندازِ تدریس اختیار کیا گیا، تاکہ بچپن ہی سے ان کے اندر دین سے محبت اور اچھے اخلاق پروان چڑھ سکیں۔

علمی و تربیتی نشستوں کے ساتھ ساتھ طالبات کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے فری ہینڈ خطاطی (Free Hand Calligraphy)، مہندی آرٹ کی عملی تربیت اور لائیو کوکنگ کلاسز کا بھی انعقاد کیا گیا، جن میں موسمِ گرما کے صحت بخش مشروبات، ہلکی غذائیں اور روزمرہ استعمال کی آسان تراکیب سکھائی گئیں۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے نہ صرف عملی مہارتیں پیدا کی گئیں بلکہ صفائی، نظم و ضبط، وقت کی پابندی، ٹیم ورک، ذمہ داری، شکرِ نعمت اور اسلامی آدابِ معاشرت کو بھی عملی انداز میں پروان چڑھایا گیا۔ اس طرح طالبات کا یہ سمر تربیہ کیمپ صرف علمی نشستوں تک محدود نہ رہا بلکہ ایمان، فکر، کردار، تخلیقی صلاحیت اور عملی زندگی کی مہارتوں کو یکجا کرنے والا ایک جامع تربیتی سفر ثابت ہوا، جس نے طالبات کی شخصیت کو ہر پہلو سے نکھارنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

کیمپ کے اساتذہ کی خاص بات:

اس پورے تربیتی سفر کی کامیابی میں اساتذہ، معلمات، رضاکاروں اور والدین کا کردار نہایت اہم رہا۔ اساتذہ نے صرف تدریس تک خود کو محدود نہیں رکھا، بلکہ بچوں کی انفرادی تربیت، رہنمائی، حوصلہ افزائی اور نظم و ضبط کی ذمہ داری بھی نہایت احسن انداز میں ادا کی۔ خصوصاً پورے کیمپ کی ایک خوبصورت بات یہ تھی کہ وہاں تدریس کی ذمہ داری انہی سابق طلبہ و طالبات نے سنبھالی جو گزشتہ برسوں میں اسی ادارے سے تربیت حاصل کر چکے تھے۔ یوں تربیت کا یہ سفر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہوا نظر آیا، جو کسی بھی تعلیمی و تربیتی ادارے کے لیے باعثِ مسرت ہے۔

کیمپ کے ثمرات:

کیمپ کے اختتام پر مجموعی جائزے سے یہ بات سامنے آئی کہ شرکا کی اکثریت نے نہ صرف پورا نصاب کامیابی سے مکمل کیا، بلکہ سالانہ فیڈبیک میں اس کورس کو انتہائی مفید قرار دیا۔ ٹیم ورک، وقت کی پابندی، نظم و ضبط، عبادات سے رغبت، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور اجتماعی ذمہ داری جیسے پہلوؤں میں نمایاں مثبت تبدیلی محسوس کی گئی۔ یہی اس کیمپ کی اصل کامیابی تھی کہ اس نے بچوں کے دلوں میں دین سے محبت اور اپنی عملی زندگی میں اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔

یہ سفر آگے بھی جاری رہے گا:

اسلامی تربیتی سمر کیمپ محض چند ہفتوں پر مشتمل ایک پروگرام نہیں، بلکہ ایک ایسی مسلسل تربیتی روایت ہے جو ہر سال نئی نسل کو ایمان، علم اور کردار کے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کیمپ میں حاصل کیے گئے اسباق صرف کلاس روم تک محدود نہیں رہیں گے، بلکہ شرکا کے گھروں، اسکولوں اور مستقبل کی زندگیوں میں بھی اپنی خوشگوار جھلک دکھائیں گے۔ یہی کسی بھی تربیتی کاوش کی حقیقی کامیابی ہے کہ وہ انسان کے کردار میں دیرپا تبدیلی پیدا کر دے۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ اس سمر تربیتی کیمپ میں شریک ہونے والے تمام طلبہ و طالبات، اساتذہ، معلمات، رضاکاروں اور معاونین کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اس کے اثرات کو دیرپا بنائے اور ہمیں آئندہ بھی امت کی نئی نسل کی دینی، فکری اور اخلاقی تربیت کے لیے ایسی بابرکت کاوشیں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رسول انقلاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقِ انقلاب

بانی مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

سرٹیفکیٹ و تحائف

کوئز میں صحیح جوابات دینے والے پہلے 3 حضرات و خواتین
کو سرٹیفکیٹ اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب تحفۃً پیش کی جائیں گی

بانی مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے
24 وڈیوز پر مشتمل دروس روزانہ کی بنیاد پر
قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کے واٹس ایپ
چینل پر ارسال کیے جائیں گے

آغاز
01 اگست
2026ء

شرکت کے لیے دیے گئے QR Code کو اسکین کر کے Google فارم پر رجسٹریشن کریں

بغیر رجسٹریشن بھی کوئز میں حصہ لیا جا سکتا ہے

لیکن سرٹیفکیٹ اور تحائف صرف رجسٹرڈ شرکاء کو دیے جائیں گے

qay@quranacademy.com
0331-7292223

واٹس ایپ چینل جوائن کرنے کے لیے
QR Code اسکین کریں

اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی صرف
اسی طریقے سے ہو سکتی ہے جس سے اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد
شارع قرآن اکیڈمی بلاک 9، فیڈرل بی ایریا
0331-7292223, 021-36806561

ماہانہ رپورٹ برائے
آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

مؤرخہ 6 اپریل 2026ء سے رجوع الی القرآن کورس کے 33ویں بیچ کا آغاز ہوا۔ جس میں ابتداءً 23 حضرات اور 21 خواتین جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 50 ہے۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) کے عنوان پر ایک لیکچر منعقد ہوا۔

24 جون 2026ء کو منعقد ہونے والے مدرسے کے ششماہی امتحان کے نتائج کا اعلان مؤرخہ 10 اور 11 جولائی کو بصورت والدین و اساتذہ ملاقات کے دوران کیا گیا۔

10 جولائی 2026ء بروز جمعہ شعبہ مکتب اور 11 جولائی 2026ء بروز ہفتہ شعبہ حفظ (کل وقتی و جزوقتی) کے طلبہ و طالبات کے والدین/سرپرست سے اساتذہ و معلمات کی ملاقات رکھی گئی جس میں ہر ہر طالب علم کی تعلیمی و اخلاقی کیفیت کا جائزہ پیش کیا گیا اور والدین کے سوالات کے جوابات بھی دیے گئے۔ تمام والدین سے اُن کے تاثرات بھی قلمبند کرنے کی درخواست کی گئی۔

الحمد للہ مؤرخہ 16 جولائی 2026ء کو شعبہ حفظ کے تمام طلبہ کو اُن کے والدین کی اجازت سے پکنک کے لیے فارم ہاؤس لے جایا گیا۔ طلبہ کی روانگی صبح 7:00 بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس سے 2 بسوں میں ہوئی۔ فارم ہاؤس پہنچنے کے بعد تمام طلبہ و اساتذہ کے لیے حلوہ پوری کا ناشتہ تیار کیا گیا۔ اساتذہ کی زیر نگرانی کھیلوں کی مختلف سرگرمیوں (کرکٹ، فٹبال، سوئمنگ، اسنوکر وغیرہ) میں طلبہ نے بھرپور حصہ لیا۔ دوپہر کے کھانے کے ساتھ طلبہ کو کولڈ ڈرنک اور آئس کریم بھی پیش کی گئی اور بعد نمازِ عصر جوس، سموسے، رول اور اساتذہ کے لیے چائے کا بندوبست بھی کیا گیا۔ واپسی کے لیے 6 بجے روانگی ہوئی اور تقریباً 8 بجے طلبہ قرآن اکیڈمی واپس پہنچے۔

دوران ماہ مسجد میں پہلا جمعہ محمد نعمان صاحب، دوسرا، چوتھا اور پانچواں جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب جب کہ تیسرا جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دوران ماہ مسجد میں سات نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

الحمد للہ! ادارے میں مؤرخہ 10 جولائی تا 12 جولائی 2026ء درج ذیل تربیتی کورسز کا کامیابی سے انعقاد کیا گیا، جن میں شرکائے کرام کی تعداد حسبِ ذیل رہی:

- مدرسین کورس: 39 شرکا
- مدرسین ریفریشر کورس: 122 شرکا

رجوع الی القرآن کورس 27-2026 (سال اول سیکشن اے) میں 60 حضرات اور 95 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 39 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 21 حضرات اور 18 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے، بی) کے تحت ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ حافظ محمد اسد صاحب)، ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ سید محمد مصطفیٰ صاحب) اور ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''دورۂ ترجمہ قرآن (بعد نماز عشاء)''، ''مختصر درس قرآن (اہل محلہ / نمازی حضرات کے لیے بعد نماز ظہر)''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن (خواتین)''، ''دراسات دینیہ سال اول و دوم''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ / نمازی حضرات بعد نماز عصر)''، ''تجوید القرآن سہ پہر''، ''احکام و مسائل و طہارت و نماز (خواتین)''، ''عربی تکلم کورس''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن''، ''غسل میت کورس''، ''علم و حکمت کے موتی (سورۃ یوسف کی روشنی میں)''، ''ایک روزہ ورکشاپ (حقوقِ زوجین)'' اور ''قرآن فہمی کورس'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 972 کے قریب ہوتی ہے۔

مزید برآں الحمد للہ سمر تربیہ کیمپ منعقد کیا گیا جس میں طلبہ و طالبات نے بھرپور شرکت کی۔ 119 طلبہ اور 82 طالبات کو سر ٹیفکیٹ دیے گئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں درجہ حفظ کے تحت 88 طلبہ اور درجہ قاعدہ کے تحت 30 طلبہ جب کہ درجہ ناظرہ میں 16 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین و البنات (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 147 اور درجہ ناظرہ کے تحت 101 طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ وگرد و نواح کے حضرات کے لیے ناظرہ قرآن کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ نیز ماہِ رواں میں ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا، امتحان لینے کے لیے جمعیت تعلیم القرآن کی طرف سے ممتحن حضرات تشریف لائے، انہوں نے طلبہ کی اجمالی کیفیت پر دلی اطمینان کا اظہار فرمایا۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا اور دوسرا جمعہ، ''امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات'' اور ''اختلاف سے اتفاق تک کا سفر'' (محترم سید سلیم الدین صاحب) جب کہ تیسرا جمعہ ''مقام و عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم'' (محترم عاطف محمود صاحب) اور چوتھا جمعہ ''انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل'' (محترم محمد ارشد صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں تین نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (17) کے حصہ یازدہم و حصہ دوازدہم بعنوان ''جہاد و قتال فی سبیل اللہ سورۃ الصف کی روشنی میں'' کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی۔

اسی طرح حصہ چہارم درس نمبر (18) بعنوان انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اساسی منہاج: ''افراد کی تیاری کا نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طریقہ کار'' حصہ پنجم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی، جب کہ حصہ ششم پر کام جاری ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ سوم پر فائنل تصحیح و نظر ثانی جاری ہے۔

آئینہ انجمن ماہ جولائی کو مکمل کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ جولائی کے لیے ایک ڈیزائن بنایا گیا۔ نیز ماہنامہ آئینہ انجمن ماہِ جولائی شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی۔

ماہنامہ آئینہ انجمن کے لیے ایک مضمون بعنوان ''امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ: سیرت، عدل اور اسلامی ریاست کی تعمیر'' تیار کیا گیا۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ البقرہ کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح پر کام جاری ہے۔

علاوہ ازیں سورۃ الملک کی کمپوزنگ مکمل ہو چکی ہے جب کہ سورۃ القلم کی کمپوزنگ جاری ہے۔

رواں ماہ شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور سر انجام دیے گئے۔

پرومو:

''احکام و مسائل طہارت و نماز برائے خواتین (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''، ''قرآن فہمی کورس (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''، ''امت مسلمہ کی حالتِ زار پرومو (تنظیم اسلامی)''، ''فیملی ورکشاپ (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''، ''منتخب نصاب صرفی و نحوی تحلیل (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''، ''سورۃ الکھف کورس (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''، ''قرآن فہمی کورس (قرآن اکیڈمی کورنگی)''، ''فریضہ شہادت حق (تنظیم اسلامی)''، ''امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات (امیر محترم)''، ''رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب ویڈیو کورس (قرآن اکیڈمی یسین آباد)'' اور ''علم و عمل کورس برائے طالبات (قرآن اکیڈمی یسین آباد)''۔

خطابِ جمعہ کلپس:	
3 جولائی 2026ء–19 کلپس	11 جولائی 2026ء-19 کلپس
17 جولائی 2026ء-21 کلپس	24 جولائی 2026ء-16 کلپس
کوریج:	
امیر محترم ویڈیو برائے رفقائے تنظیم اسلامی (دفتر سوشل میڈیا)	امیر محترم پریس کانفرنس (پریس کلب کراچی)
قرآن اکیڈمی یسین آباد (مکمل 360 شوٹ)	قرآن اکیڈمی ڈیفنس (مکمل 360 شوٹ)
جھلکیاں:	
کورپریٹ لیکچر ڈاکٹر انور (امریلی اسٹیلز)	
کلپس:	
صدر موسس رحمۃ اللہ علیہ: 6	سابقہ نگران انجمن: 3
نگران انجمن: 6	

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال 27-2026 میں 16 حضرات 36 خواتین شریک ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق''، (استاذ عزیز ظفر صدیقی صاحب، پرنسپل دی ہوپ اسلامک سیکنڈری اسکول) کے موضوع پر لیکچر منعقد ہوا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کل 49 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 103 طلبہ اور شعبہ بنات میں 125 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 29 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

درجہ حفظ کے طلبہ میں مطالعہ قرآن حکیم کی تدریس جاری ہے۔ نیز بعد نماز ظہر 'آداب زندگی' کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''گھر کے اندر'' اور ''باہر جانے کے آداب''، درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا''، ''حضرت ایوب رضی اللہ عنہ''، ''راستہ چلنے کے آداب'' اور ''اللہ پر توکل'' جب کہ ناظرہ قرآن کی خواتین کے لیے ''حضرت مریم علیہا السلام'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس میں 18 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ نیز ان طالبات کے لیے ''بندۂ مومن کے اوصاف (سورۃ المؤمنون کی روشنی میں)'' کے موضوع پر ایک تربیتی لیکچر منعقد کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی شعبہ خواتین کے تحت شام کے اوقات میں عربی گرامر کورس میں تقریباً 15 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ تدریس کی ذمہ داری جناب حافظ ریان صاحب ادا کر رہے ہیں۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت 15 جون 2026ء سے تین ہفتوں پر مشتمل سیکنڈری کلاسز کے طلبا و طالبات کے لیے سمر تربیہ کیمپ کا انعقاد کیا گیا، جس کا اختتام 09 جولائی 2026ء بروز جمعرات کو ہوا۔

09 جولائی بروز جمعرات کو قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت رجوع الی القرآن کورس، شعبہ حفظ اور سمر تربیہ کیمپ کے طلبہ کے لیے پکنک کا اہتمام کیا گیا، جس میں سمر تربیہ کیمپ کے طلبہ کو اسناد بھی تقسیم کی گئیں۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت 18 جولائی بروز ہفتہ سے ہفتہ وار قرآن فہمی کورس (ماڈیول-I) کا آغاز کیا گیا ہے، جس میں 25 حضرات نے رجسٹریشن حاصل کی ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت مؤرخہ 25 جولائی 2026ء بروز ہفتہ سے ہفتہ وار کلاسز پر مشتمل بنیادی علوم دینیہ کورس کا آغاز کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت Energy Solutions (Pvt.)Limited میں عربی گرامر کورس جاری ہے جس میں تقریبا 35 سے 40 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ اس کورس میں تدریس کی ذمہ داری جناب حافظ محمد نعمان صاحب ادا کر رہے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن میں سورۃ ھود کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن، سندھ جناب انجینئر نعمان اختر صاحب ادا فرماتے ہیں جس میں اوسطاً 70 حضرات نے شرکت کی۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن میں سورۃ ھود کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 70 حضرات نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسکول میں موسمِ گرما کی تعطیلات جاری ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستانِ جوہر

رواں ماہ رجوع الیٰ القرآن کورس (27-26) میں 35 حضرات اور 40 خواتین سمیت کل 75 شرکا شرکت کر رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''تنظیم الاوقات'' (جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) اور ''قرآن اور جہاد'' (جناب انجینئر عثمان علی صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

بعد از نماز فجر ''درس قرآن و حدیث'' (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر ''درس حدیث'' (قاری غلام اکبر صاحب) اور بعد از نماز فجر ''تجوید'' (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہے۔

واٹس ایپ پر ''عربی گرامر'' کے ساتویں بیچ جاری ہے جس میں 730 طلبہ نے شمولیت اختیار کی۔ اسی طرح ہفتہ وار قرآن فہمی کورس میں 26 طلبہ نے شرکت کی۔ رواں ماہ آئینہ انجمن کے لیے مضامین تیار کر کے شعبہ تصنیف و تالیف کو ارسال کیے گئے۔

علاوہ ازیں مختلف تناظیم کے 35 پروگرام منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن میں قاعدہ و ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، جہاں تقریباً 40 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب اور جناب راسب وسیم صاحب نے حاصل کی۔

دوران ماہ دو نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں تسلسل کے ساتھ رجوع الی القرآن کورس میں تقریباً 16 حضرات اور 30 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ تین اسپیشل لیکچرز ''Time Management'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''دینی فرائض کا جامع تصور'' (استاذ محمد خضر حیات صاحب) اور ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ محمد یاسر شیخ صاحب) منعقد ہوئے۔

ان شاء اللہ آئندہ ماہ ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض''، ''امت مسلمہ کا عروج وزوال''، ''احیائی عمل کے تین گوشے'' اور ''انجمن خدام القرآن سندھ کا تعارف'' کے عنوانات پر دروس کا اہتمام کیا جائے گا۔ اسی طرح ہفتہ وار تفسیر القرآن کورس کے تحت سورۃ البقرہ کے ابتدائی چھ رکوع مکمل ہو چکے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں بچوں کے لیے ناظرہ قرآن کا آغاز کیا گیا ہے۔ دن: پیر تا جمعرات، وقت 03:00 تا 04:00۔

بروز ہفتہ 18 جولائی سے دروس اللغۃ العربیہ کورس کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً 60 کے قریب مختلف کتابچہ وکتب کا ابتدائی سندھی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

الحمد للہ رجوع الی القرآن کورس سال اول جاری ہے۔ اس ماہ خصوصی محاضرات کے تحت تین خصوصی لیکچرز ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' اور ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کے اصل کام'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب) اور ''Time Management'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) منعقد ہوئے۔

اس ماہ قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی کی پوری بلڈنگ کی مانیٹرنگ کے لیے 55 انچ کی ایک بڑی اسکرین تیسرے فلور پر نصب کی گئی۔

ایک نیا پرنٹر خریدا گیا جو کہ تھری ان ون خصوصیات کا حامل ہے۔

ایک P.C اچھی کنڈیشن میں صاحب خیر کی طرف سے انسٹیٹیوٹ کو ہدیہ کیا گیا۔

مدرسہ تحفیظ القرآن میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ خواتین کے تحت جاری ٹین ایجر کے لیے اسلامک تربیتی اور امور خانہ داری کورس اس ماہ کے اوائل میں اختتام پذیر ہوا۔

انٹرنیشنل اوپن یونیورسٹی IOU کے تحت ہونے والے امتحانات کے لیے قرآن انسٹیٹیوٹ کو سینٹر بنایا گیا، جس سے طلبہ وطالبات نے استفادہ کیا۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین و البنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 56 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 41 طلبہ اور شعبہ بنات میں 50 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت حضرات کے لیے بعد نماز عشاء 'آسان عربی گرامر برائے قرآن فہمی، اور مطالعات قرآن' جاری ہے۔ جب کہ بچوں کے لیے سمر تربیہ کیمپ کی تکمیل ہوئی اور آخری دن سرٹیفکیٹ بھی دیے گئے۔

ہفتہ وار درسِ قرآن (بروز جمعہ) میں سورۃ الحج کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ نیز ماہانہ درس (برائے خواتین) کا دوپہر کے اوقات میں انعقاد کیا گیا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ جولائی 2026ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبات کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا:

شہادتِ حسین (رضی اللہ عنہ) سے ملنے والے دس اسباق
جنسی زیادتی کے بڑھتے واقعات---وجوہات اور سدباب
دلوں کے فاتح: ایمان اور عملِ صالح

نگرانِ انجمن و امیرِ تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب کا خصوصی خطاب بعنوان فریضہ شہادتِ حق RCD گراؤنڈ سعود آباد ملیر میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کو تمام تکنیکی معاونت کے بعد براہِ راست نشر اور بعد ازاں قرآن چینل اور شجاع الدین شیخ صاحب کے چینلز پر پوسٹ کیا گیا۔

دیگر پروگرام بمقام قرآن اکیڈمی ڈیفنس:

ذمہ داران رفریشر کورس (26 تا 28 جون 2026)

مرکز کی طرف سے حلقہ جنوبی کراچی کے ذمہ داران کے لیے سہ روزہ رفریشر کورس منعقد کیا گیا۔ اس سلسلے میں دو لیکچرز کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی، جن کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ آئینِ پاکستان: تعارف و تفہیم (مقرر: شیر افگن صاحب) 2۔ مربیانہ اوصاف: (مقرر: خورشید انجم صاحب)

مرکز کی طرف سے حلقہ جنوبی کراچی کے ذمہ داران کے لیے سہ روزہ رفریشر کورس منعقد کیا گیا۔ اس سلسلے میں مرکز سے رضاء الحق صاحب کا ایک لیکچر بمع سوال و جواب کی نشست کو لائیو کیا گیا۔ نشست کا عنوان 'حالاتِ حاضرہ اور ہمارا موقف' تھا۔

مدرسین رفریشر کورس (10 تا 12 جولائی 2026ء)

مرکز کی طرف سے حلقہ جنوبی کراچی کے مدرسین کے لیے سہ روزہ رفریشر کورس کے سلسلے میں دو لیکچرز کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی، جن کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مسئلہ خروج (مقرر: خان بہادر صاحب) 2۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ (ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب)

مرکز کی طرف سے حلقہ جنوبی کراچی کے ذمہ داران و مدرسین رفقائے تنظیم کے لیے منعقدہ کورسز کے سلسلے میں مکمل تکنیکی معاونت فراہم کی گئی۔

خطبہ جمعہ کے مختصر کلپس (دورانیہ 5 منٹ)۔ ویڈیو ریکارڈنگ کر کے مرکز کو فراہم کیے گئے۔

تقریبات سے متعلق معاونتی سرگرمیاں اور اندرونی امور:

قرآن اکیڈمی کورنگی میں 9 سال سے 16 سال کے بچوں کے لیے منعقدہ 15 روزہ سمر تربیتی کیمپ، اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے انتہائی

کامیابی کے ساتھ تکمیل پایا۔ شعبۂ ملٹی میڈیا انجمن خدام القرآن کے ساتھی محمد ابرار خان صاحب نے اس پروگرام میں بطور مربی، کور ٹیم ممبر اور کورس کوارڈینیٹر خدمات سرانجام دیں۔

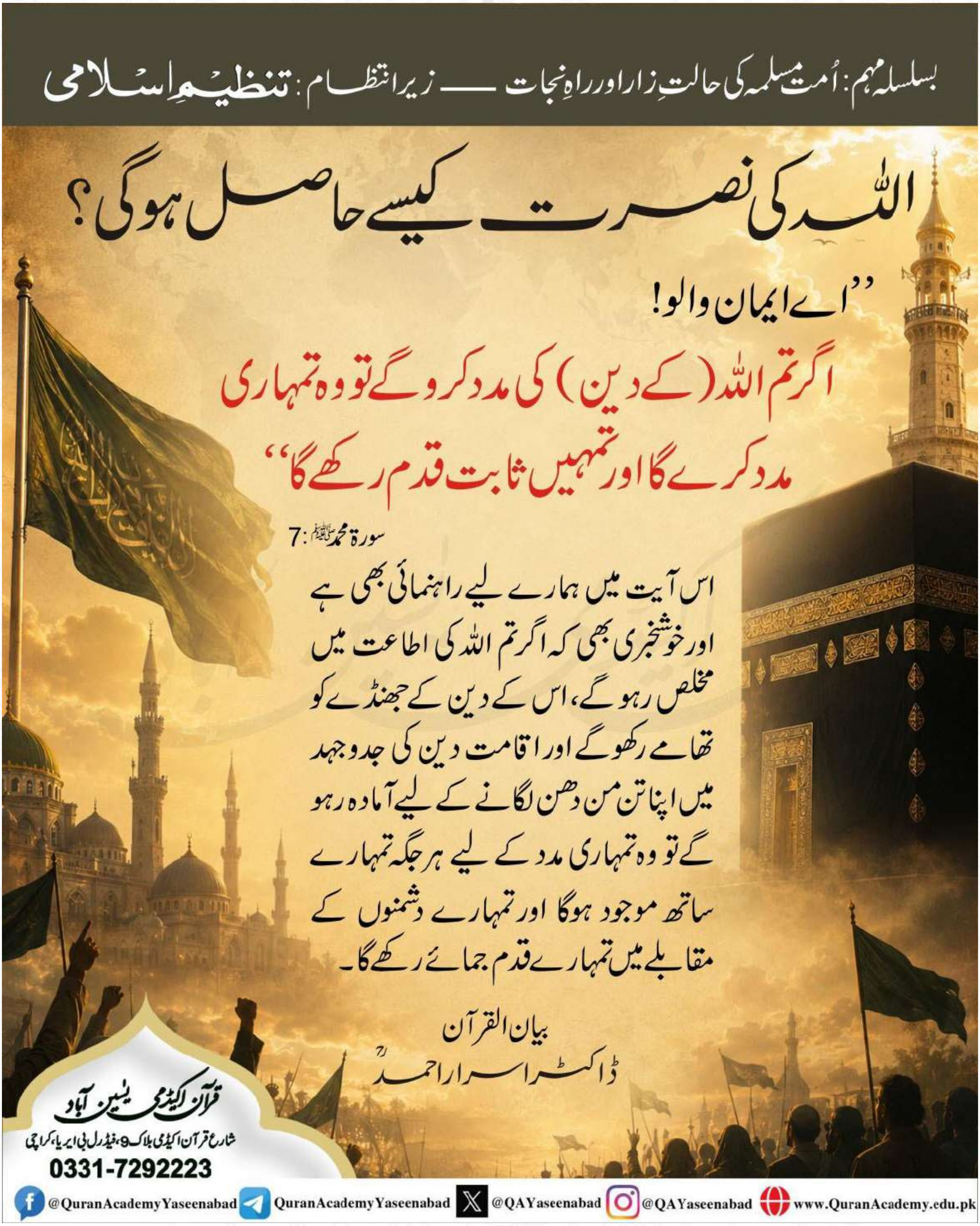

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمہ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021